خدام الدین

ہفت روزہ

لاہور

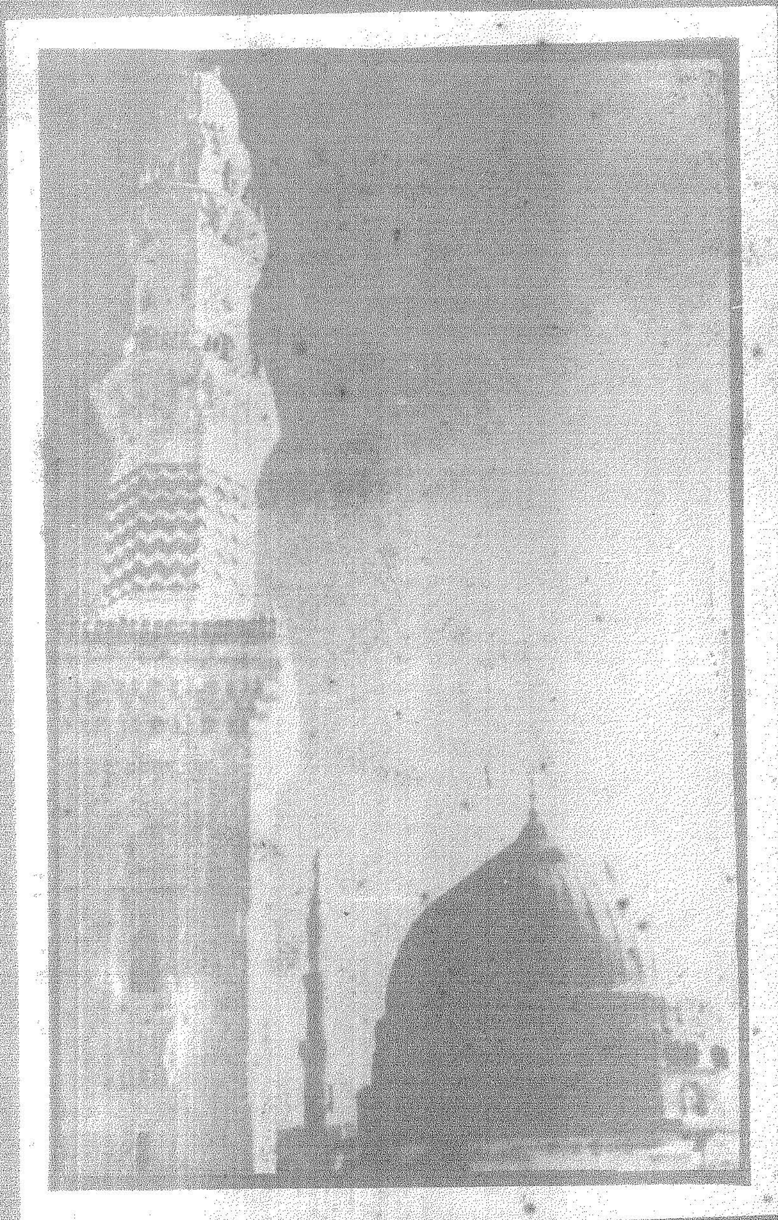
پاکستان

بانی: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عبید اللہ انور

امیر انجمن خدام الدین لاہور



ایڈیٹر

مجاہد الحسینی

*

بدل اشتراک

سالانہ ــــــ ۱۸ روپے

ششماہی ــــــ ۱۰ روپے

سہ ماہی ــــــ ۵ روپے

فی شمارہ ۳۰ پیسے

جلد نمبر ۱۸ ○ شمارہ نمبر ۴۱

۳ صفر المظفر ۱۳۹۳ ہجری | ۱ | ۹ مارچ ۱۹۷۳ عیسوی

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور ـــــ فون نمبر ۷۶۵۲۵

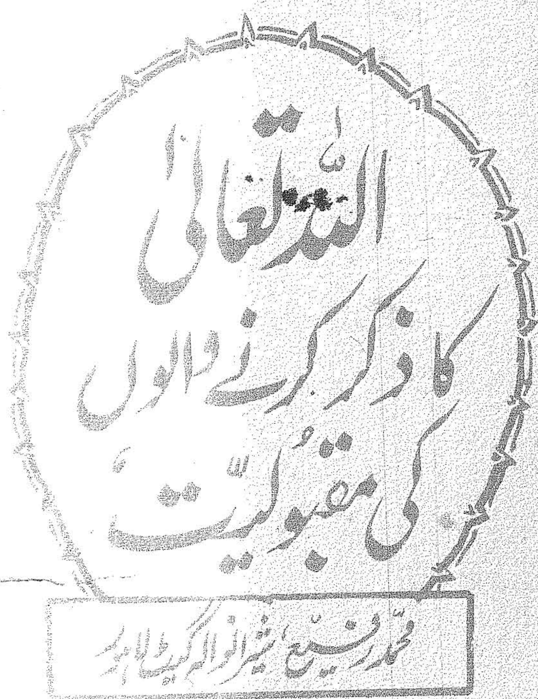


حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ایک تاریخی خطبہ

قَالَ اَبُوْ مُخْنَفٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ اَبِي الْعِيْزَارِ اَنَّ الْحُسَيْنَ خَطَبَ اَصْحَابَهٗ وَاَصْحَابَ الْحُرِّ بِالْبَيْضَةِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَاٰى سُلْطَانًا جَائِرًا مُسْتَحِلًّا لِحُرَمِ اللّٰهِ نَاكِثًا لِعَهْدِ اللّٰهِ مُخَالِفًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ فِيْ عِبَادِ اللّٰهِ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ فَلَمْ يُغَيِّرْ عَلَيْهِ بِفِعْلٍ وَّلَا قَوْلٍ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهٗ مُدْخَلَهٗ (الحدیث) اَلَا وَاِنَّ هٰؤُلَاءِ قَدْ لَزِمُوْا طَاعَةَ الشَّيْطَانِ وَتَرَكُوْا طَاعَةَ الرَّحْمٰنِ وَاَظْهَرُوا الْفَسَادَ وَعَطَّلُوا الْحُدُوْدَ وَاسْتَاْثَرُوْا بِالْفَيْءِ وَاَحَلُّوْا حَرَامَ اللّٰهِ وَحَرَّمُوْا حَلَالَهٗ وَاَنَا اَحَقُّ مَنْ غَيَّرَ وَقَدْ اَتَتْنِيْ كُتُبُكُمْ وَقَدِمَتْ عَلَيَّ رُسُلُكُمْ بِبَيْعَتِكُمْ اَنَّكُمْ لَا تُسْلِمُوْنِيْ وَلَا تَخْذُلُوْنِيْ فَاِنْ تَمَمْتُمْ عَلٰى بَيْعَتِكُمْ تُصِيْبُوْا رُشْدَكُمْ فَاَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ وَّابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسِيْ مَعَ اَنْفُسِكُمْ وَاَهْلِيْ مَعَ اَهْلِكُمْ فَلَكُمْ فِيَّ اُسْوَةٌ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَنَقَضْتُمْ عَهْدَكُمْ وَخَلَعْتُمْ بَيْعَتِيْ مِنْ اَعْنَاقِكُمْ فَلَعَمْرِيْ مَا هِيَ لَكُمْ بِنُكْرٍ لَقَدْ فَعَلْتُمُوْهَا بِاَبِيْ وَاَخِيْ وَابْنِ عَمِّيْ مُسْلِمٍ وَالْمَغْرُوْرُ مَنِ اغْتَرَّ بِكُمْ فَحَظَّكُمْ اَخْطَاْتُمْ وَنَصِيْبَكُمْ ضَيَّعْتُمْ وَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَسَيُغْنِي اللّٰهُ عَنْكُمْ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ (طبری جلد، صفحہ ۳)

ترجمہ: ابو مخنف، عقبہ بن ابی عیزار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اور حر کے ساتھیوں کے سامنے بیضہ کے مقام پر تقریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضرت نے فرمایا کہ لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "جو شخص اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال گرداننے والے، خدا کے عہد کو توڑنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مخالفت کرنے والے، گناہ اور زیادتی کے ساتھ خدا کے بندوں پر حکومت کرنے والے ظالم سلطان کو پائے اور پھر نہ اپنے عمل کی طاقت سے اس کو بدلے نہ قول کی طاقت سے تو اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ اسے بھی وہیں بھیجے جہاں اس ظالم حکمران کو بھیجے گا (اس حدیث کو پیش کرنے کے بعد سیدنا حسینؓ نے فرمایا) یاد رکھیے! کہ انہوں نے (اس دور کے حکمرانوں نے) شیطان کی اطاعت اپنے لیے لازم کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ رکھی ہے، انہوں نے خدا کی زمین پر فساد برپا کر رکھا ہے اور رحمٰن کی حدود معطل کر دی ہیں، حکومت کے مال کو اپنی ذاتی ملکیت بنا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر رکھا ہے اور مجھ پر اس بات کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ (خدا کی) ایسی باغی حکومت کو تبدیل کردوں۔ (اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ) میرے پاس تمہارے بہت سے خطوط اور قاصد پہنچے جنہوں نے تمہاری طرف سے مجھے یقین دلایا کہ تم میری اتباع کروگے۔ پس اگر تم اس عہد کو پورا کروگے تو ہدایت پاؤگے۔ سن لو! میں حسین ابن علیؓ ہوں اور فاطمہؓ بنت رسولؐ کا بیٹا ہوں۔ میری ذات تمہارے ساتھ ہے۔ پس تمہارے لیے میری زندگی اسوۂ حسنہ ہے اور اگر تم نے میرا ساتھ نہ دیا اور وعدہ شکنی کی اور میری اطاعت کا قلادہ اپنی گردنوں سے اتار پھینکا تو مجھے اپنی جان کی قسم کہ یہ میرے لیے تم سے کوئی غیر متوقع بات نہیں ہے کیونکہ تم اس سے پہلے اس قسم کی وعدہ شکنی میرے والد کے ساتھ، میرے بھائی کے ساتھ اور میرے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کے ساتھ کر چکے ہو۔ سب سے بڑا فریب خوردہ شخص وہ ہے جو تمہارے دھوکے میں مبتلا ہو (اب اگر پھر تم نے دھوکہ دیا تو) بڑی خطا کروگے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کا منہ نہ دیکھو گے — (میں صاف کہتا ہوں) کہ جو شخص بھی وعدہ شکنی کرے گا اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا اور میرا خدا مجھے تم سے بے نیاز رکھے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

(خاموش مبلغ، محلہ سادات، ملتان)



محمد رفیع، شیرانوالہ گیٹ لاہور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہر وقت دنیا میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں رہتے ہیں جب وہ ان بزرگوں کو اللہ کی یاد میں مشغول پاتے ہیں تو ان کو گھیر لیتے ہیں اور خدا کا ذکر سنتے رہتے ہیں پھر جب وہ واپس ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان فرشتوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ خدا ان سے زیادہ جانتا ہے کہ میرے بندے کیا کہتے تھے فرشتے کہتے ہیں وہ کہتے تھے کہ تو تمام نقصوں سے پاک ہے وہ تمام تعریفوں کا جامع ہے وہ سب سے بڑا ہے وہ سب سے بزرگ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتو! کیا میرے بندوں نے مجھے دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرشتے کہتے ہیں کہ اے خدا اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو پہلے سے زیادہ تیری عبادت کریں اور پہلے سے زیادہ تیری بزرگی بیان کریں۔ اور پہلے سے زیادہ تیری خوبیوں کا اظہار کریں اور بہت زیادہ تیری تعریف کریں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فرشتو میرے بندے مجھ سے کیا مانگتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے خدا وہ تجھ سے بہشت مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انھوں نے بہشت

خدام الدین

۲۳ صفر المظفر ۱۳۹۳ھ
۹ مارچ ۱۹۷۳ء

جلد ۱۸ شمارہ ۴۱

مندرجات

- حضرت حسینؓ کا ایک تاریخی خطبہ
- اداریہ
- اہلسنت کی دعاء (نظم)
- خطبہ جمعہ
- شکر کا مفہوم
- علماء نوجوانوں کی عدالت میں
- امام اعظم ابوحنیفہؒ اور علم حدیث
- وفاق المدارس کی سند ایم اے کے برابر قرار دی جائے
- اسلام اور اقتصادیات
- قائدین تحریک ولی اللہی
- فرنگی سامراج کے مظالم کی داستان
- معجزات نبویؐ
- علماء کی سرگرمیاں
- طبی معلومات
موسم بہار کی بیماریاں اور ان کا علاج
- استاد کا مقام

رئیس الادارہ
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور
مدیر
مجاہد الحسینی

آئین سازی کا نازک ترین مرحلہ!

اقتدار و اختلاف کی جماعتوں سے احساس ذمہ داری کی اپیل

صدر مملکت جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا ہے کہ نیا آئین بنیادی حقوق کا ضامن ہوگا۔ عدلیہ آزاد ہوگی اور صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری دی جائے گی۔ نیا آئین وفاقی پارلیمانی ہوگا اور اس کی بنیاد اسلامی اصولوں پر رکھی گئی ہے۔

انھوں نے کہا ہر حالت میں ۲۱ اپریل تک نیا آئین مل جائے گا۔ بعض عناصر پاکستان دشمن غیر ملکی طاقتوں کے ایماء پر آئین سازی میں رکاوٹیں ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ غیر ملکی طاقتیں پاکستانی عوام کو آئین سے محروم رکھنا چاہتی ہیں۔ وہ جانتی ہیں۔ کہ اگر پاکستان کے عوام کو آئین مل گیا، تو ملک میں استحکام پیدا ہو جائے گا۔ صدر بھٹو نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ بعض اپوزیشن پارٹیاں آئینی سمجھوتے سے کیوں منحرف ہوئی ہیں وہ جانتی ہیں کہ آئین کے نفاذ سے وہ ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکیں گی۔

"سرزمین بے آئین" پاکستان کی تاریخ کا پہلا مرحلہ ہے۔ کہ ملک کی تمام پارلیمانی جماعتوں کے رہنماؤں اور برسر اقتدار جماعت نے متفقہ آئینی فارمولا مرتب کرکے نہایت خوشگوار فضا میں آئین سازی کا کٹھن مرحلہ طے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور پاکستانی عوام نے ملک کی ۲۵ سالہ زندگی میں پہلی مرتبہ اطمینان کا سانس لیا تھا کہ "سرزمین بے آئین" کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں ہیں۔ متفقہ اسلامی آئین" کی مشعل جگمگائے گی۔ اور کالے قوانین کی جگہ عدل و انصاف کے فانوس روشن ہو جائیں گے۔

لیکن یہ کس قدر المیے کی بات ہے کہ ملک کے سیاسی افق پر پھر کالی گھٹائیں نمودار ہونے لگی ہیں اور صرف عوام ہی کے دل و دماغ کے سامنے مایوسیوں اور خدشات کے پردے حائل نہیں ہونے لگے ہیں بلکہ خود صدر مملکت کو واضح الفاظ میں ان خدشات کا اظہار کرنا پڑا ہے کہ بعض غیر ملکی طاقتیں پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لیے اس سرزمین کو بے آئین رکھنا چاہتی ہیں اور بعض اپوزیشن پارٹیاں غیر ملکی اشارے پر آئین سازی میں تعطل پیدا کرنا چاہتی ہیں۔

ایک متفقہ آئینی فارمولا طے کرنے کے بعد اس سے انحراف ملک و ملت کے ساتھ سخت دشمنی اور غداری کے مترادف ہے کیونکہ ملکی آئین اور قانون کے تقاضے ہر نوع سیاسی اور جماعتی مفادات سے بدرجہا بہتر اور اپنے اندر زبردست اہمیت رکھتے ہیں۔ ملک کے آئین سازی کے نازک مرحلہ میں بھی اگر کوئی سیاسی جماعت یا اس کا رہنما اپنے جماعتی مفادات کو آئین پر ترجیح دیتا ہے تو اس سے زیادہ وطن دشمن اور کون ہوسکتا ہے۔

صدر مملکت نے آئین سازی میں تعطل کا خدشہ ظاہر کرنے کے باوجود ۲۱ اپریل تک آئین سازی کا کام مکمل کرنے کی جو یقین دہانی کرائی ہے موجب اطمینان ہے اپریل کے اواخر تک آئین سازی کا کام اگر مکمل ہو جائے تو حسب وعدہ نفاذ آئین کا یوم منانے کا اعلان کرنا چاہیئے کیونکہ وہ دن پاکستان کی تاریخ کا نہایت اہم اور باعث صد فخر دن ہوگا۔

اس سلسلہ میں جہاں تک حزب اختلاف کا تعلق ہے اس کے طرز عمل سے ایسی کوئی واضح مثال نہیں ملتی جس کی رو سے کہا جاسکے کہ یہ طرز عمل آئین سازی میں رکاوٹ کا موجب بن رہا ہے حکمران جماعت سے سیاسی اظہار اختلاف کو آئین سازی میں رکاوٹ قرار دینا قرین انصاف نہیں ہاں البتہ حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والی کسی بھی جماعت یا اس کے رہنما کے واضح طرز عمل سے اگر کوئی بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ واقعی اس کا مقصود غیر ملکی طاقتوں کے اشارے پر آئین سازی میں تعطل پیدا کرنا ہے تو صدر مملکت کو بلا رو رعایت اپنا فریضہ منصبی ادا کرنا چاہیئے۔ قوم کا ہر فرد بشر اس مرحلہ میں انکا پوری طرح ہمنوا اور شانہ بشانہ انکے ساتھ ہوگا حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والی جماعتوں نے آئین سازی میں حزب اقتدار کے ساتھ بھرپور تعاون کیا ہے ان کا طرز عمل شک و شبہ سے پاک ہے کیونکہ انہیں اس حقیقت کا پورا احساس ہے کہ صحیح اسلامی آئین کے نفاذ اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے مختلف جماعتوں کے مابین جو متفقہ اصول طے پاگئے ہیں اس سے قبل یہ خوشگوار صورت کبھی سامنے نہ آئی تھی۔ حزب اختلاف کو ملک کی نازک صورت کا پہلے سے احساس ہے بایں ہمہ اسے ہمہ وقت چوکس اور ہوشیار رہنا چاہیئے تاکہ اس کی معمولی غفلت سے حزب اقتدار کو معمولی بہانے کا موقع بھی ہاتھ نہ آنے دینا چاہیئے۔

خدا کرے پاکستان آئین سازی کے اس نازک ترین موڑ سے بخیر و خوبی گزر جائے اور بقول صدر مملکت اس ملک کی سالمیت برقرار رہے اور آئین نافذ ہونے کے بعد یہ ملک رفعت و ترقی کے اوج کمال کو پہنچ سکے۔

• علماء حق کے درخشاں کارناموں کی تاریخ

علماء حق تاریخ ملت کی پیشانی کا جھومر اور اسلام کے

افق پر درخشاں ستارے ہیں۔ تحریکِ آزادی کا تذکرہ نامکمل ہوگا۔ جب تک مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی عظیم الشان خدمات کا ذکر نہ کیا جائے۔ اور اردو ادب کے دورِ ارتقاء کی تاریخ نامکمل ہوگی جب تک جدید اسلوبِ نگارش کے موجد اور بانی مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ذکر نہ کیا جائے۔ عوام کی صحیح راہنمائی کرنے والے علماء کرام کو معاشرہ میں ان کا جائز مقام ملنا چاہیئے۔ تاکہ وہ باعزت طریقے سے روحانی پیشواؤں سماجی رہنماؤں اور مصلحین امت کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرسکیں۔"

ان خیالات کا اظہار پاکستان کے مرکزی وزیر اطلاعات ونشریات حج واوقاف مولانا کوثر نیازی نے گذشتہ دنوں لائلپور کی ایک تقریب میں کیا۔

ملک کے ایک اہم عہدہ پر فائز شخصیت نے علماء حق کی خدمات اور ان کے لائق صد افتخار ملی کارناموں کا اعتراف کرتے ہوئے جن خیالات کا اظہار کیا ہے ملک کے تمام حلقوں خصوصاً اہلِ حق علماء نے اسے مستحسن قرار دیا ہے لیکن بایں ہمہ یہ پہلو خصوصی فکر و نظر کا محتاج ہے کہ جن علماء حق نے ملک و ملت کی صحیح قیادت و رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے اور اس سلسلہ میں اپنی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں جنہیں تاریخِ ملت کا درخشاں باب قرار دیا جارہا ہے۔ اعتراف خدمات کا سلسلہ زبانی کلامی خراج تحسین تک محدود رہے گا یا کوئی ایسا عملی قدم بھی اٹھایا جائے گا جو ان کی عظیم الشان خدمات کے شایانِ شان اعتراف کا مظہر ہو اور آئندہ نسلیں واقعی ان کارناموں پر فخر کرکے انہیں اپنے لیے مشعلِ راہ بنا سکیں گی۔

مولانا کوثر نیازی اطلاعات ونشریات کے ساتھ ساتھ محکمہ اوقاف کے بھی سربراہ ہیں محکمہ اوقاف نے اپنے روزِ قیام سے لے کر آج تک وسیع آمدن سے مزارات پر وسیع وعریض اور بلند بالا بلڈنگیں تعمیر کرنے پر بے پناہ سرمایہ خرچ کیا ہے اور بہت سی علمی وادبی سکیموں کی تیاری اور نقشوں کی شکست و ریخت پر زرِ کثیر کے غلاف چڑھائے ہیں لیکن آج تک ان صوفیاء کرام اور علماء کی دینی، علمی اور ملی خدمات کے بارے میں کسی نوعیت کا بھی کوئی کام نہیں ہوسکا ہے۔

ان علماء اور صوفیاء کے علمی، دینی اور ملی کارناموں پر مشتمل کوئی تصنیفی کام انجام دیا جانا چاہیئے چنانچہ مولانا کوثر نیازی کو علماء حق کی زریں خدمات اور ان کے ملی اور ملکی درخشاں کارناموں کی تاریخ مدون کرنے اور نئی نسل کو ان کی شخصی عظمتوں سے روشناس کرانے کے لیئے ایک تحقیقی مجلس (بورڈ) قائم کرنا چاہیئے جو عصری تقاضوں اور ضروریات کے مطابق علماء حق کی ملکی و ملی، علمی و دینی خدمات اور ان کے معرکہ آراء سیاسی کارناموں کو محفوظ کرکے قوم کے سامنے پیش کرسکے۔

ہمیں توقع ہے کہ مولانا کوثر نیازی نے جس طرح نہایت فاضلانہ انداز میں علماء حق کی عظمت اور ان کی ملی خدمات کا اعتراف کرکے انہیں خراج تحسین پیش کیا ہے اسی طرح تاریخ کے صفحات پر ان کے سوانحی نقوش ثبت کرانے کے لیے ضرور موثر عملی قدم اٹھانے میں بھی کسی قسم کی تاخیر سے کام نہ لیں گے۔

آئین

نہ ہو نافذ وطن میں جب تلک آئینِ قرآنی
وطن کی ہو نہیں سکتیں کبھی مضبوط بنیادیں
نبیؐ کے اسوۂ کامل کو اپنا لیں اگر مسلم
سنے گا حق تعالیٰ انکی بیشک جلد فریادیں

(حافظ نور محمد انور)

اہلِ سنت کی دعا

از: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب، خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ

خدایا اہلِ سنت کو جہاں میں کامرانی دے
خلوص و صبر و ہمت اور دیں کی حکمرانی دے

تیرے قرآں کی عظمت سے پھر سینوں کو گرمائیں
رسول اللہؐ کی سنت کا ہر سو نور پھیلائیں

وہ منوائیں نبیؐ کے چار یاروں کی صداقت کو
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ کی خلافت کو

صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ سب کی شان سمجھائیں
وہ ازواجِ نبیؐ پاک کی ہر شان منوائیں

حسنؓ کی اور حسینؓ کی پیروی بھی کر عطا ہم کو
تو اپنے اولیاءؒ کی بھی محبت دے خدا ہم کو

صحابہؓ نے کیا تھا پرچمِ اسلام کو بالا
انہوں نے کر دیا تھا روم و ایراں کو تہ و بالا

تیری نصرت سے پھر ہم پرچمِ اسلام لہرائیں
کسی میدان میں بھی دشمنوں سے ہم نہ گھبرائیں

تیرے کُن کے اشارے سے ہوا پاکستاں کو حاصل
عروج و فتح و شوکت اور دیں کا غلبۂ کامل

ہوا سنی تحفظ ملک میں ختمِ نبوت کو
مٹا دیں ہم تیری نصرت سے انگریزی نبوت کو

تو سب خدام کو توفیق دے اپنی عبادت کی
رسولِ پاکؐ کی عظمت، محبت اور اطاعت کی

ہماری زندگی تیری رضا میں صرف ہو جائے
تیری راہ میں ہر اک سنی مسلماں وقف ہو جائے

تیری توفیق سے ہم اہلسنت کے رہیں خادم
ہمیشہ دینِ حق پر تیری رحمت سے رہیں قائم

نہیں مایوس تیری رحمتوں سے مظہرِ ناداں
تیری نصرت کو دنیا میں، قیامت میں تیری رضواں

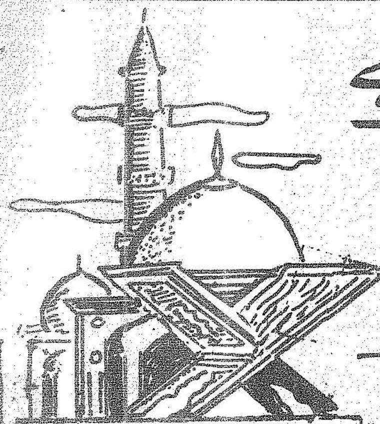
۲ محرم ۱۳۹۳ھ

اجتماع جمعۃ المبارک • ۲۳ فروری ۱۹۷۳ء

قوموں کا عروج وزوال

ان کے اعمال و کردار پر موقوف ہے

باوقار اور طاقتور قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کے لیے خود کو کامیابی اور ترقی کے اصولوں کے مطابق بدلنا پڑے گا



جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کی تقریر

مرتب:۔ عبدالرشید انصاری، لاہور

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی: اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم:۔

لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ یَحْفَظُوْنَہٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَمَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ ٥

(سورہ الرعد آیت ۱۱)

ترجمہ: ہر شخص کی حفاظت کے لیے کچھ فرشتے ہیں اس کے آگے اور پیچھے۔ اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلے، اور جب اللہ کسی قوم کی برائی چاہتا ہے پھر اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اور اس کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالےٰ ساری مخلوق کا خالق، رب اور اس کے لیے رحمن و رحیم ہے۔ اس نے انسانوں کی بھلائی اور فلاح کے لیے ان کی تمام ضروریات زندگی مہیا فرما دی ہیں۔ اور انسانوں کو حکم دیا کہ وہ اس کی نعمتوں کو استعمال میں لائیں، ان سے فائدہ حاصل کریں اور کفرانِ نعمت نہ کریں۔

کسی انسان کو جو کوئی بھی مصیبت یا بیماری لاحق ہوتی ہے اس سے نجات پانے اور بیماری سے صحت یاب ہونے کے لیے اللہ تعالےٰ نے دوائیں بھی پیدا فرما دی ہیں۔ ایسی کوئی بیماری نہیں جس کی دوا نہ ہو۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر بیماری کی دوا نازل کی ہے۔ لِکُلِّ دَآءٍ دَوَاءٌ (او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام)

لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہر مریض کے لیے ضروری ہے کہ مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے دوا حاصل کرے، اسے استعمال کرے خود نہیں جانتا تو کسی ڈاکٹر یا طبیب کے پاس جائے، اس سے علاج کروائے تا کسی بیماری کو ختم کرنے والی جو دوا ہو سکتی ہے جب وہ استعمال ہوگی تو اللہ تعالےٰ شفا عطا فرمائیں گے یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص بیمار ہو وہ اپنی بیماری کی کوئی پرواہ نہ کرے نہ کسی کو بتائے نہ کسی سے مشورہ کرے نہ کسی ڈاکٹر اور طبیب کے پاس جائے اور دوائی از خود اس کے پاس پہنچ جائے۔ اور کہے کہ تمہارا روگ ختم کرنے کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے مجھ میں رکھی ہے اس لیے مجھے استعمال کر لو۔ میں حاضر خدمت ہوں۔ یقیناً کوئی مریض اس بات کا تصوّر تک نہیں کر سکتا۔ خواہ اس کی سوچ و فکر کی تمام قوتیں معطّل کیوں نہ ہو گئی ہوں۔ اسے جب بھی بیماری کا احساس ہوگا۔ فی الفور علاج معالجہ کی طرف توجہ دے گا اور اپنے تمام وسائل اور پوری قوت کو اس مقصد کے لیے بروئے کار لائے گا۔

اسی طرح قومیں اور ملّتیں بھی ایسی اجتماعی بیماریوں میں مبتلا ہو جایا کرتی ہیں جن سے اگر افراد قوم چشم پوشی کر لیں اور رہنمایانِ قوم ان امراض کے علاج کی ضرورت محسوس نہ کریں تو قوم اجتماعی موت مر جاتی ہے۔ پھر یا تو اس کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے یا کوئی دوسری قوم ان پر غلبہ و تسلّط حاصل کر کے اس بیچار اور فکر بقا سے تہی دامن قوم کو اپنا محکوم اور غلام بنا لیتی ہے۔

خدائے ذوالجلال نے قوموں اور ملّتوں کی بقا و حیات کے لیے اصول متعیّن فرما دیے ہیں۔ جو قوم ان سے واقفیت حاصل کر کے ان پر عمل پیرا نہیں ہوتی وہ جلد یا بدیر بہرحال ختم ہو جائے گی۔ زندہ اور غالب قومیں ہمیشہ وہی رہی ہیں جنہیں زندہ رہنے کا سلیقہ آتا ہو اور وہ خود زندہ رہنا چاہتی ہوں اس لیے جب کسی قوم کی اجتماعی زندگی خطرہ میں پڑ جائے یعنی اس کے اکثر افراد بزدلی، کاہلی، بددیانتی، فرائض سے غفلت، عیاشی، جنسی انارکی، مفاد پرستی، اجتماعی مفاد سے غداری، ہوس اقتدار، بغض، حسد اور کبر و لالچ جیسی بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں، کمزوروں کے حقوق کے غاصب، اصحاب سرمایہ اور ارباب اقتدار کے حاشیہ بردار اور غلط کاموں میں ان کے مؤیّد و معاون بن جائیں تو اس قوم کے افراد کے سامنے دو ہی راستے ہوں گے۔

۱۔ برائی اور مرض کو جنم دینے والے اسباب کا خاتمہ کر کے باوقار اور طاقتور قوم کی حیثیت سے زندہ رہنے کا عزم۔

۲۔ اپنے اپنے مفاد کے تحفّظ اور صرف اپنی انفرادی زندگی کی بہتری کے لیے نتائج سے چشم پوشی کر کے ہر جائز و ناجائز عمل کا ارتکاب۔

پہلا راستہ کمزور سے کمزور اور پسماندہ اقوام کو بھی عروج و کمال اور بقاء حیات کی منزل تک لے جاتا ہے اور اس کے برعکس دوسرا راستہ بڑی سے بڑی ترقی یافتہ قوموں کو ذلّت و بربادی کے جہنم میں دھکیل دیتا ہے۔ ایسی کسی قوم نے دونوں راستوں میں سے کون سا راستہ اختیار کیا ہے اس کا اندازہ اس کے اجتماعی کردار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور اجتماعی کردار کے آئینے میں کسی قوم کے مستقبل کی تصویر بھی دیکھی جا سکتی ہے

اللہ تعالےٰ کا قانون یہ ہے کہ جو قوم جس راستہ کو بھی اختیار کرتی ہے اسے اجازت دے دی جاتی ہے اور اس راستہ کی انتہا پر جو منزل آتی ہے اس تک پہنچنے کے لیے رکاوٹ نہیں ڈالی جاتی۔ اقوام و ملل کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ خود عرب قوم کی تاریخ دنیا کے سامنے ایک کھلی کتاب ہے حضور رحمۃ للعالمین خاتم النبیین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ تعالےٰ کا سچا اور آخری پیغام سنایا، تو یکے بعد دیگرے عربوں نے مجموعی طور پر خود کو بدلنے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے خودسری، کبر و نخوت اور جھوٹ کی شیطانی راہ چھوڑ کر اتباع و فرمانبرداری، باہمی الفت و پیار، حق و انصاف اور سچائی کی خدائی راہ اختیار کر لی۔ پھر خدا تعالیٰ بھی دنیا و آخرت کی تمام کامیابیاں اور اپنی رحمتیں ان کی جھولی میں ڈال دیں۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

زمانہ جاہلیت کے عربوں نے جب خود کو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دامن سے وابستہ کر کے اپنا نظامِ زندگی بدلنا چاہا تو اس وقت رب العالمین نے قوموں کی قیادت و رہنمائی کا منصب اعلیٰ انہیں عطا فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی زندگیاں اور ان کا اسلام کی خاطر دل ہلا دینے والے مصائب بھرے حالات گزرنا اور بعد میں تمام مسلمانوں کے لیے عزت و وقار اور ترقی و بہتری کے دروازوں کا کھل جانا اس باب میں ایک درخشاں ثبوت ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جو ایک آتش پرست گھرانے میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے حق اور سچ ہی کو ماننے اور سچے مذہب اور دین پر ہی عمل کرنے کا جب فیصلہ کیا تو غور فرمائیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح انہیں جہالت و تاریکی سے نجات دی اور کیسے دشوار گزار مراحل سے نکال کر بالآخر اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اس نے کامیابی اور بھلائی کے لیے جو اصول متعین فرما دیے ہیں انہیں جو قوم بھی اختیار کرے گی اسے کامیابی اور بھلائی ضرور میسر آئے گی۔ اگر کسی قوم نے ان اصولوں کو اپنایا جو دنیاوی بھلائی اور ترقی کے ضامن ہیں تو اس کی دنیا یقیناً اچھی ہو جائے گی۔ اور اگر کسی قوم نے ساتھ ساتھ ان اصولوں کو بھی اپنے لیے مشعل راہ قرار دے لیا جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہیں تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ کامیاب اور سرخرو فرمائیں گے۔

جن اصول و ضوابط پر کامیابی کا دارومدار ہے ان سے روگردانی اور انحراف کرنے والی ہر قوم کو اپنی بقاء و ترقی اور دنیا میں باعزت رہنے کا خیال دل سے نکال دینا چاہیے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سورہ رعد کی اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے۔ پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی، نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے (تنبیہ) یہاں قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص و افراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔"

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگیوں کو اسلام کے مطابق بدلنے کی توفیق عطا فرمائے جو دنیا و آخرت دونوں جہان کی کامیابی کا علمبردار ہے اور خدا کا سچا دین ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر طرح کی مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دے۔ آمین!

سید طاہر خلیل بخاری، ۱۲-الٰہی پارک مصری شاہ، لاہور

شُکر کا مفہوم

قرآن و سنّت کی روشنی میں

شکر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو تسلیم کرنا اور ان کی قدر کرنا۔ اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اپنی رحمتوں سے نوازتا ہے اور ناشکری کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝

ترجمہ: اور اگر تم میرا شکر کرو گے (میری نعمتوں کی قدر کرو گے) تو میں اور نعمتیں عطا کروں گا اور اگر تم نے ان کی بے قدری کی تو میں سزا دوں گا۔ بے شک میرا عذاب بڑا سخت ہے۔"

نعمت کی قدر کرنا یعنی منہ سے شکریہ ادا کرنا بھی ایک قسم کا شکر ہے۔ دل میں احسان ماننا بھی شکر ہے اور ہاتھ پاؤں سے شکریہ ادا کرنا یعنی ان نعمتوں میں سے کسی کو کچھ دینا، یہ سب شکر کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ یعنی قلبی شکر بھی ہے، لسانی بھی اور جسمانی بھی اور اپنی اپنی جگہ یہ سب ضروری ہیں۔

انسان ذرہ ناچیز ہے اسے اللہ تعالیٰ کی ہزارہا نعمتیں میسر ہیں اور کوئی بھی ان نعمتوں کا شمار نہیں کر سکتا۔

إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا۔

"اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں گننے لگو تو تم انہیں شمار نہیں کر سکتے۔"

آنکھیں، کان، منہ، دیگر اعضاء، ماں باپ، صحت و دولت، سمجھ، علم، رزق، عقل سب کچھ اسی نے دیا۔ دنیا میں کون سی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمتوں کی محتاج نہیں۔ اور کس کو اللہ نے نعمتیں نہیں دیں اور کون سی چیز ہے جو اس کا شکر نہیں کرتی، اس کی تعریف میں مشغول نہیں، اس کی حمد و ثنا کی منکر ہے سوائے بعض انسانوں کے۔ قرآن مجید میں یہ صاف لکھا ہوا ہے:۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ؕ

"اس کی حمد و ثنا زمینوں اور آسمانوں میں ہو رہی ہے۔ (یعنی شکر گزاری ہو رہی ہے)"

تعریف کرنا بھی شکر ہے جیسے لوگ نعمت کے عطا ہونے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے ہیں یعنی زبان سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

ہمیں ہر چیز ہی اللہ نے دی ہے۔ اگر کوئی شخص اسے یہ سمجھے کہ اس نے نعمت اپنے کمال سے حاصل کی ہے تو اللہ کے شکریے میں داخل نہیں محنت کرنے کی توفیق بھی اسی سے ملی ہے۔ اسی نے سب کچھ عطا کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور شکر ادا کرنے میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کی نعمت کو اسی کے حکم کے مطابق خرچ کیا جائے۔ اسی لیے مخیر لوگ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اسی کے حکم کے مطابق مساکین اور غرباء وغیرہ میں تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ یہی جسمانی شکریہ ہے۔ اللہ کریم کا شکر دل سے بھی ضروری ہے زبان سے بھی اور اعضاء سے بھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے بندے! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہ کی۔ بندہ عرض کرے گا۔ کہ اے پروردگار! تو ان باتوں سے پاک ہے تو کب بیمار تھا کہ میں عیادت کرتا۔ اللہ فرمائے گا۔ میں نے تجھے صحت کی نعمت دی تھی اور فلاں شخص تیرے پڑوس میں بیمار تھا تو اس کی عیادت سے غافل رہا۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو وہیں مجھے پاتا۔ میرے بندے کی عیادت میری مزاج پرسی ہی تھی۔

غرض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنا عملی شکریہ ہے۔ اسلامی زندگی تمام کی تمام اسی جذبۂ شکریہ پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بار بار شکریہ ادا کرنے کا مطالبہ فرمایا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھا جائے ہر نعمت اسی سے منسوب ہو اور اسی کی مرضی کے مطابق اس کا صرف ہو۔ جیسے خزانے کا محافظ اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتا۔ خزانے کا روپیہ خزانے کے مالک کی مرضی اور اس کی ضروریات پر خرچ کرتا ہے اور خود تنخواہ سے زیادہ کسی چیز کا حق دار نہیں ہوتا۔ اسی طرح نعمت یافتہ یہی تصور کرے کہ اپنی ضروریات سے زائد اوروں کے لیے ہے۔ خزانہ کا اصل مالک خدا ہے۔ جو شخص اپنی ضروریات سے زائد کو خدا کے احکام کے مطابق خرچ کرتا ہے اور شکر بجا لاتا ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے اوروں کا معاون ہونے کی توفیق بخشی ہے خدا اس سے خوش ہوتا ہے اور اسے اور زیادہ دیتا ہے۔

تاریخ آزادی مولانا سید حسین احمد مدنی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے تذکرہ کے بغیر نامکمل رہے گی

علماء حق ملت کی پیشانی کا جھومر اور علماء سوء ایک بدنما داغ ہیں: مولانا کوثر نیازی

۲۵ر فروری کو لائل پور میں انجمن فلاحِ طلباء کے زیر اہتمام "علماء نوجوانوں کی عدالت میں" کے زیر عنوان منعقد ہونے والی ایک فرضی عدالت کی خبریں اخبارات میں مختلف انداز سے شائع ہوئی ہیں۔ قارئین خدام الدین کی خدمت میں اس کی تفصیلی رپورٹ پیش کی جا رہی ہے۔ تاکہ وہ اس کارروائی کے حقیقی خد و خال سے آگاہی حاصل کریں اور اندازہ کر سکیں کہ نئی نسل کس ماحول میں پرورش پا رہی ہے اور علماء کرام کو تقاضا ہائے وقت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کیا اقدامات کرنے چاہئیں۔ — مدیر: پتہ چلے کہ "کہتی ہے خلقِ خدا تجھے غائبانہ کیا"

رپورٹ:- عبدالرشید انصاری

۲۵ر فروری کو لائلپور کا موسم اگرچہ خنک تھا اور بوندا باندی بھی ہو رہی تھی لیکن انجمن فلاح طلباء کی ایک دھماکہ خیز تقریب نے علمی ادبی فضا میں سخت ہلچل اور گرما گرمی پیدا کر دی تھی۔

بارش کے باوجود شہر سے تقریباً آٹھ میل باہر لائلپور کے مذہبی، ادبی، سماجی، تاجر، مزدور رہنما اور صحافی صبح ساڑھے دس بجے گٹ والا پل پر پہنچے جہاں انہوں نے مرکزی وزیر حج اوقاف اور اطلاعات و نشریات مولانا کوثر نیازی کا پرجوش استقبال کیا۔ مولانا کوثر نیازی لاہور سے بذریعہ کار لائلپور آئے تھے۔ استقبال کرنے والوں میں جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے جنرل سیکرٹری مولانا ضیاء القاسمی، مولانا مجاہد الحسینی، حضرت صاحبزادہ افتخار الحسن، چوہدری افضل رندھاوا ایم این اے، سید طاہر احمد شاہ ایم پی اے، مالکان فائٹو سٹار، حاجی بشیر احمد، حاجی عبدالرزاق، جناب حنیف رضا، زبیر الحسینی، افتخار سلیمی، الحاج عبدالغفور لدھیانوی، جناب گوہر خان اور مزدور لیڈر جناب اختر حسین کیانی اور دیگر بہت سے حضرات شامل تھے۔

ڈسٹرکٹ کونسل ہال لائلپور مہمان خصوصی کی آمد اور مجوزہ تقریب کی کارروائی کے آغاز سے پہلے ہی تماشائیوں سے کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ لائلپور کے معروف صحافی جناب اکرام اختر نے تقریباً گیارہ بجے تلاوتِ کلام پاک سے تقریب کا آغاز کیا۔ تقریب کی منتظمہ "انجمن فلاح طلباء" کی کارگزاری کی رپورٹ جناب سردار محمد سالک نے پیش کی اور انجمن کے زیر اہتمام "پاکستان قائم رہے گا" کے موضوع پر مقابلہ مضمون نویسی میں کامیاب ہونے والے طلباء کو مولانا کوثر نیازی نے انعامات تقسیم کئے۔ اس کے بعد بعنوان "علماء نوجوانوں کی عدالت میں" ایک فرضی عدالت قائم ہونا تھی۔ عدالت کی کارروائی سے پہلے مولانا ضیاء القاسمی نے مہمان خصوصی اور عدالت کے منصف اعلیٰ مولانا کوثر نیازی کا پرزور الفاظ میں تعارف کراتے ہوئے کہا۔ مولانا کوثر نیازی نے بحیثیت وزیر حج ملک و ملت اور دین اسلام کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں انہوں نے سفر حج سے تمام پابندیاں ختم کر کے ایک قابل فخر کارنامہ سر انجام دیا ہے۔ نیز انہوں نے اسی ہزار سے زاید عازمین حج کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے انتظامات مہیا کر کے ایک بے مثال اقدام کیا۔ مولانا ضیاء القاسمی نے کہا میں مہمان خصوصی کا تہ دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود طلباء کی حوصلہ افزائی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ مولانا قاسمی کے تعارفی خطاب کے بعد طالب علم لیڈر افتخار سلیمی نے سپاسنامہ پڑھا اور اس کے بعد جناب زبیر الحسینی نے مہمان خصوصی سے منصب اعلیٰ کی کرسی سنبھالنے کی درخواست کی۔ کارروائی شروع ہوئی۔ شیخ نور محمد ریٹائرڈ سیشن جج اور آغا غیاث الدین نے معاون جج کے فرائض انجام دیئے۔ جیوری میں آغا غضنفر علی ایڈووکیٹ، الحاج چوہدری غلام نبی ایم این اے، جناب خلیق قریشی اور ملک محمد سعید اعوان کو ارکان نامزد کیا گیا۔ افتخار الحق سلیمی نے ایڈووکیٹ جنرل کی حیثیت سے فرد جرم عاید کی۔ استغاثہ کی طرف سے بعض کمیونسٹ طلباء کے ساتھ جماعت اسلامی کے رانا نعمت اللہ بھی پیش ہوئے جنہوں نے اہل حق اور اہل غرض کی تمیز کئے بغیر طبقہ علماء پر تند و تیز حملے کئے۔ چنانچہ چیف جسٹس نے بعد میں اعلان کیا کہ جیوری نے ایک بات خاص طور پر نوٹ کی ہے کہ استغاثہ عدالت کو یہ اطمینان دلانے میں ناکام رہا ہے کہ "علماء" سے ان کی مراد پروفیسر، اساتذہ، صحافی، سائنس دان وغیرہ ہیں یا مذہبی رہنما، دوسرے یہ کہ استغاثہ علماء کے ان طبقوں میں فرق و امتیاز نہیں کر سکا جن میں سے ایک تو وہ علماء سوء ہیں جنہوں نے دنیاوی فوائد کی خاطر مذہب کا استحصال کیا ہے اور اسلام کو ایسے انداز میں پیش کیا کہ نوجوان طبقہ مذہب سے بیگانہ ہوتا چلا گیا اور دوسرے وہ علماء حق ہیں جنہوں نے جہاد آزادی کی تاریخ اپنے خون سے رقم کی۔ قوم کو غلامی سے نجات دلائی اور اسلام کا ہر دور میں تحفظ کیا۔ بطور وکیل استغاثہ جب ایک نوجوان علماء پر تند و تیز لہجہ میں الزامات عاید کر رہا تھا تو لائلپور کے ایک مشہور مرزائی وکیل خالد بشیر نے درمیان میں لقمہ دے کر اس کی رہنمائی کی جس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ بعض گواہان استغاثہ کو ایک خاص مقصد کے لیے باقاعدہ تیار کیا گیا ہے۔ صفائی کی طرف سے ایم اے او کالج لاہور کے پرنسپل پروفیسر کرامت حسین جعفری نے بیان دیتے ہوئے علماء پر عاید کئے گئے تمام الزامات کی تردید کی اور کہا کہ علماء پر ان میں سے ایک الزام بھی عاید نہیں ہوتا۔ ان جرائم کا ارتکاب کسی اور نے کیا ہے اور علماء کو خواہ مخواہ مجرم قرار دیا جا رہا ہے۔

علماء اکیڈمی لاہور کے ڈائریکٹر ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ نے علماء کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے کہا کہ قول و عمل کے تضاد کا الزام علماء پر عاید کرنا بہت بڑی زیادتی ہے انہوں نے دلائل دیتے ہوئے علماء پر امت میں فرقے پیدا کرنے کے الزام کی بھی سختی سے تردید کی انہوں نے کہا کہ علماء کرام کے مختلف طبقہ ہائے فکر اسلامی فوج کے مختلف بریگیڈ

- علمائے نے مذہب کا استحصال کیا ہے اور عصری تقاضے پورے نہیں کئے (نئی نسل کا الزام)
- مجرم کوئی اور ہے — الزام علماء پر عاید کیا جا رہا ہے (سید کرامت حسین جعفری)
- علماء کے مختلف مکاتب فکر اسلامی فوج کے مختلف بریگیڈ ہیں (ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ)
- علماء کو بدنام کرنے کی مہم اسلام اور پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے (مولانا تاج محمود)

ہیں جو اپنے اپنے محاذ پر ہمت اور کوشش کے مطابق اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت لائلپور کے صدر اور جامع مسجد ریلوے سٹیشن کے خطیب مولانا تاج محمود نے نوجوانوں کی طرف سے عاید کئے گئے فرضی الزامات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ چند لڑکوں نے آج جس انداز میں علماء کی توہین و تذلیل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پس منظر کوئی سازش کار فرما ہے اور وہ یہ کہ جن دونوں علماء اسلامی قانون نافذ کرانے کی مشترکہ جدوجہد میں شریک ہیں اور مفتی محمود اور شاہ احمد نورانی نمایاں شاندار خدمات انجام دے رہے ہیں ٹھیک ان دونوں علماء پر الزام عاید کرنا درحقیقت پاکستان کی سالمیت پر ضرب کاری لگانے کے مترادف ہے کیونکہ علماء اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ پاکستان اسلام کے لئے قائم کیا گیا تھا اور علماء ہی اسلام کے دعوت و تبلیغ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

آج جو لوگ علماء کے خلاف ہیں وہ درحقیقت پاکستان کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ صفائی کی طرف سے عدالت میں صاحبزادہ افتخار الحسن اور شاہی مسجد لاہور کے خطیب مولانا عبدالقادر آزاد بھی پیش ہوئے بحث و مذاکرہ میں وقت کافی گذر چکا تھا جانبین کے بیانات کے بعد عدالت کے چیف جسٹس مولانا کوثر نیازی نے کہا میں نے اپنی مختصر زندگی میں بہت سے کٹھن مراحل طے کیے ہیں لیکن آج کا یہ مرحلہ میرے لیے اس لحاظ سے بہت ہی کٹھن ہے کہ اس میں میں دونوں فریقین میں سے کسی ایک کے خلاف نہیں میں علماء کا بھی مداح ہوں اور نوجوانوں کا بھی اور نہ ہی ایک بچھڑے اور روٹھے ہوئے نوجوان کا باپ ضرور ہوں ان الفاظ کو ادا کرتے وقت مولانا کوثر نیازی کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آواز بھرا سی گئی۔ کیونکہ حال ہی میں ان کا جواں سال بیٹا فاروق نیازی کار کے ایک حادثہ میں خالق حقیقی سے جا ملا ہے، آپ نے اپنے جذبات کو کنٹرول کرتے ہوئے کہا کہ آج کا یہ خیال افروز مباحثہ جو ایک مقدمہ کی صورت میں پیش کیا گیا میرے نزدیک دو حصوں پر مشتمل ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ آج کا مقدمہ اس لحاظ سے تشنہ رہا کہ اس کے عنوان کے انتخاب میں ایک بنیادی کوتاہی واقع ہوئی ہے یعنی اس میں تخصیص نہیں کی گئی کہ علماء سے مراد کیا ہے۔

آپ نے کہا کہ آج مولانا، مولوی اور ملا کے لفظ کو ہمارے معاشرہ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا جو ہماری سب سے بڑی بدقسمتی ہے ہمارے معاشرے کی اکثریت اس طرز فکر کی مالک ہے کہ جس کا مذاق اڑانا ہو، جسے حقیر سمجھنا ہو اسے اس لفظ سے یاد کیا جاتا ہے حالانکہ یہ لفظ زمانہ ماضی میں انتہائی عزت و وقار کا حامل تھا۔ لیکن آج یہ لفظ ایک گالی سی بن گیا ہے آپ نے کہا مولانا اسے کہا جاتا ہے جس کا سینہ علم دین سے بھرا ہوا ہو اور جس کی نسبت مولا سے ہو، جو مولا والا ہو۔ انہوں نے کہا کہ علماء حق ہر دور میں حق و صداقت کی روشن مشعلیں رہے ہیں اور نوع انسان نے اس برگزیدہ طبقے سے بیحد فیض پایا ہے۔

برصغیر میں آزادی وطن اور قیام پاکستان کی تحریکیں علماء عظام کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتیں ہر استبداد کا مقابلہ کرنے کے لیے یہی بزرگان حق تھے۔ جہاں تک اردو ادب کی تاریخ اور اس سلسلہ میں علماء کی خدمات کا تعلق ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ذکر کے بغیر اس کا تذکرہ نامکمل رہے گا۔ مولانا ابوالکلام آزاد جدید اسلوب نگارش کے بانی اور موجد بھی تھے اور خاتم بھی۔ اور تحریک آزادی کا کوئی باب مکمل نہیں ہو سکتا جب تک مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ایسے جلیل القدر علماء کرام کی عظیم الشان خدمات کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ تحریک پاکستان کا ذکر ادھورا ہوگا اگر اس میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا اشرف علی تھانوی کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔

مولانا نے کہا کہ اسلام عدل و انصاف اور مساوات کا دین ہے اسلام نے انسانی شعور کو ہمیشہ جلا بخشی ہے اور اسلام کی تعلیمات جنہیں ہم صرف نظر کر چکے ہیں اقوام عالم کی قسمتیں بنا رہی ہیں آپ نے اپنے دورۂ چین کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ چین کے قائد "ماؤزے تنگ" طبقات کو یکسر ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے چینی رہنماؤں کو چین کے چیئرمین ماؤزے تنگ کے اس قول کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا اسلام نے اب سے چودہ سو سال پہلے یہی تعلیم دی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہم نے قرآن حکیم سے وہ روشنی حاصل نہیں کی جس سے ہر دور کے مفکر استفادہ کر کے اپنی راہیں متعین کرتے رہے ہیں آپ نے کہا مجھے اس مرحلہ پر کہنے کی اجازت دیجئے کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے انگریز کو مذہبی رہنما کہا حالانکہ ہمارے دامن میں آفتاب ہے۔ اور انگریز وہ ظالم ہے جس نے صدیوں ہمیں اپنا غلام بنائے رکھا ہمارے بدن پر جس کے لگائے ہوئے زخموں سے آج بھی خون بہہ رہا ہے دراصل قوم جب اپنے امتیازات بھول جاتی ہے۔ تو اپنے بزرگوں کی عزت کرنا بھول جاتی ہے۔ آپ نے کہا کہ ہم سب یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کو ضروریات زندگی کی تمام سہولتیں میسر ہوں عالم دین کے پہلو میں بھی دل ہے وہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی بیٹیوں کے ہاتھ پیلے ہوں اس کے بیٹے اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ اس کو معاشرہ عزت کی نگاہ سے دیکھے۔ ہمارا فرض تھا کہ ہم علماء کرام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے ٹھوس لائحہ عمل مرتب کرتے نہ کہ انہیں عدالتوں کے کٹہرے میں لا کھڑا کرتے اگر ہم نے اپنا فرض ادا نہیں کیا تو سبھی توقعات علماء سے ہی کیوں وابستہ کر لیں۔

وزیر حج و اوقاف مولانا کوثر نیازی نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ یہ خوش وقتی الزامات نہیں ہیں بلکہ یہ ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ جو انہوں نے ہمارے احسان ماننے کی بجائے ہمیں عدالت کے کٹہرے میں لا کھڑا کیا۔ ضرور کوئی وجوہات ہیں جن کی بنا پر نوجوان علماء دین سے فرار اختیار کر رہے ہیں اور مسجدوں کی نسبت کلبوں اور راگ رنگ کی محفلوں میں زیادہ رونق ہے کیا ان تمام الزامات کو نوجوانوں پر تھوپ دیا جائے ہمارا تھوڑا بہت تو قصور ضرور ہے ہمیں تاریخ کے ان خاص لمحات پر توجہ دینی چاہیے۔ تاریخ کے لمحات جہاں تاریخ ساز ہوتے ہیں اور وہاں تاریخ سوز بھی ہوتے ہیں اور اس میں ذراسی غفلت ہمیں صدیوں پیچھے لے جا سکتی ہے میں یقین سے کہتا ہوں کہ اگر گذشتہ پچیس برسوں میں علمائے کرام وقت کی نبض پر ہاتھ رکھتے، عوام کی روحوں میں جھانکتے اور ذہنی سطح کے مطابق تعلیم دیتے تو آج یہ وقت دیکھنا نصیب نہ ہوتا میں سمجھتا ہوں ہمارے نوجوان مذہب کے نام و ناموس پر علماء سے بھی بڑھ کر قربانیاں دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں اس لیے ان کو اسلام دشمن کہنا غلطی ہے کاش ہم سب اس پر غور کریں ورنہ ایک وقت آئے گا، نہ ہم ہوں گے اور نہ کوئی اور ہوگا۔

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ ایک زمانہ تھا کہ علماء کرام کی زندگیاں اسلام کی تبلیغ کے لیے وقف ہوتی تھیں۔ انہیں معاشرے میں جائز مقام حاصل تھا۔ اور معاشرے کے تمام افراد ان کا احترام کرتے تھے لیکن آج صورت حال اس کے برعکس ہے ایک زمانہ تھا کہ پورا عالم اسلام امام ابوحنیفہ کا احترام کرتا تھا۔ تاجر اپنا سرمایہ ان کے پاس محفوظ سمجھتے تھے مگر آج جب کہ علماء کو معاشرے میں جائز مقام حاصل نہیں ان سے یہ توقع کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے فرائض ماضی کے علماء کرام کی طرح پورے کریں گے۔

مولانا کوثر نیازی نے کہا کہ لوگوں کی نظروں میں علماء کا وقار گر جانے کی وجوہ بیان کرنے سے قبل تحریک آزادی میں علماء کے کردار کا ذکر نہ کرنا ناانصافی ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا سید حسین احمد مدنی اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری جیسے عظیم رہنماؤں نے تحریک آزادی کے دوران نمایاں کردار ادا کیا اور غیر ملکی حکمرانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے برصغیر کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا انہوں نے کہا کہ برطانوی دور میں غیر ملکی حکمران اسلام سے نفرت کرتے تھے اور اسی نفرت کی وجہ سے انہوں نے ایسے اقدامات کئے جن سے مسلمانوں کی نظروں میں علماء کا وقار گر گیا انہوں نے بعض نام نہاد مذہبی رہنماؤں کو حد سے زیادہ اہمیت دی جنہوں نے علماء حق کا وقار ختم کرنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے اس سے اسلام اور پوری مسلمان قوم کو شدید نقصان پہنچا۔ انہوں نے کہا کہ گذشتہ پچیس سال کے دوران علماء کا کردار عوام کی توقع کے مطابق نہیں رہا۔ سینما گھروں اور تھیٹروں میں عوام کا ہجوم ہونے لگا اور مساجد خالی ہو گئیں اس کی ذمہ داری علماء پر بھی عاید ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ آج انہیں کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے اور ان پر اپنی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کے الزامات عاید کیے گئے ہیں انہوں نے کہا کہ علماء کی ایک ناکامی تو یہ ہے کہ وہ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات کا ساتھ نہیں دے سکے عوامی حقوق کے لیے جدوجہد کے دوران بعض علماء نے کفر کے فتوے جاری کئے اور اسلام کی عظمت اور اقتصادی استحصال کے خاتمے کے لیے جدوجہد کرنے والی طاقتوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا نہ صرف یہ کہ بلکہ ان طاقتوں کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں مگر وقت اور تاریخ کسی کا انتظار نہیں کرتی جو ہونا تھا وہ ہو چکا اگر علماء وقت کا ساتھ دیتے تو آج انہیں موجودہ صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔

علماء کو آج عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے علمائے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

نعمان نام، کنیت ابوحنیفہ، امام اعظم لقب، شجرہ نسب یہ ہے۔ نعمان بن ثابت بن زوطی۔ عام طور پر امام صاحب کا عجمی النسل ہونا مسلّم ہے۔ خطیب بغدادی اور مورخ ابن خلکان نے امام صاحب کے پوتے اسمٰعیل کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا۔ ہم لوگ فارسی النسل کے ہیں ہمارا دادا امام ابوحنیفہ سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ثابت بچپن میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ انہوں نے ان کے اور ان کے خاندان کے لیے دعا کی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہیں ہوئی لیے۔ سن پیدائش ۶۱ھ بھی بتایا گیا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور علم حدیث

سکونت: کوفہ امام صاحب کا مولد و مسکن ہے جو اسلام کی وسعت و تمدن کا دیباچہ تھا۔ علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں "حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے۔ مکہ، مدینہ اور کوفہ۔ مکہ معظمہ کے صدر معلم حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے اور مدینہ منورہ کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ حضرت علیؓ نے اس شہر کو دارالخلافہ بنایا۔ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں ؎

کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ۔ حضرت علیؓ کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوتے تھے۔ کوفہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے عہد فاروقی میں قرآن و سنت کا دار العلوم بن چکا تھا۔ حافظ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

ولما ذھب (علیؓ) الی الکوفۃ
کان اھل الکوفۃ قبل ان یاتیھم
قد اخذوا الدین عن سعد بن
ابی وقاص و ابن مسعود و حذیفہ
و عمار و ابی موسیٰ و غیرھم ممن
ارسلہ عمر الی الکوفۃ۔

جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے تو آپ کے وہاں آنے سے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت عمار، حضرت ابوموسیٰ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے جن کو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ روانہ کیا تھا، کوفہ والے علم دین حاصل کر چکے تھے۔

صحابہ کرام میں سے ایک ہزار پچاس حضرات جن میں چوبیس بزرگ وہ بھی ہیں جو غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے۔ وہاں گئے اور سکونت اختیار کی۔

امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی المتوفی ۲۶۱ھ نے اس سے زیادہ تعداد بتائی ہے وہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ڈیڑھ ہزار صحابہ آکر اترے۔ علامہ نووی نے کوفہ کو دار الفضل و الفضلا کا لقب دیا ہے۔

تحصیل علم

امام صاحب بیس سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب و انساب اور اس کے بعد علم کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فقیہہ وقت امام حماد کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے۔ حضرت حماد جو مشہور امام اور استاذ وقت تھے بڑے بڑے تابعین سے استفادہ کر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو سلسلہ علم و فقہ کا چلا آرہا تھا اس کا مدار انھیں پر رہ گیا تھا۔ حضرت حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا۔

امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ و حدیث کی تحصیل کی ہے لیکن خصوصیت سے حضرت حماد کے تربیت یافتہ ہیں۔ کوفہ میں کوئی محدث باقی نہ تھا۔ جس کے سامنے امام صاحب نے زانوئے شاگردی تہہ نہ کیا ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے امام صاحب کے شیوخ کی تعداد چار ہزار بتائی ہے۔ علامہ سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں اور کردری نے مناقب ابی حنیفہ میں امام صاحب کے شیوخ و اساتذہ کے نام گنائے ہیں اور مولانا عبدالحئیؒ نے بھی التعلیق الممجد میں بہت سے شیوخ کا تعارف کرایا ہے۔

امام صاحب کے شیوخ کی ایک خصوصیت علامہ شعرانی کے اس بیان سے معلوم ہوتی ہے کہ امام صاحب نے جس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے اس کو خیار تابعین سے حاصل کیا ہے جن کی سند میں کوئی بھی راوی متہم بالکذب نہیں ہے۔ اگر امام صاحب کے مسلک کے دلائل میں کوئی ضعف بیان کیا گیا ہے تو وہ مابعد کے رواۃ کے لحاظ سے ہے امام صاحب کے شیوخ فقہ و حدیث دونوں کے جامع تھے۔

حرمین وغیرہ کا سفر

اس زمانہ میں حج علمی استفادہ اور افادہ کا بڑا ذریعہ تھا۔ تمام ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے اہل کمال موسم حج میں وہاں آکر جمع ہو جاتے تھے اور درس و افتاء کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ امام ابوالحسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ امام صاحب نے پچپن حج کئے تھے۔ حرمین کے شیوخ میں سے عطا بن ابی رباح سے مکہ معظمہ میں اور سالم بن عبداللہ اور سلیمان سے مدینہ طیبہ میں خصوصیت سے حدیثیں روایت کی ہیں امام محمد بن علی باقر کی خدمت میں ایک مدت تک استفادہ کی غرض سے حاضر رہے۔ علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانہ خلافت تک جو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔ بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب نے مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرضیکہ عراق و حجاز دونوں جگہوں کی روایات کو حاصل کیا۔

تلامذہ

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام صاحب کے تلامذہ کا احصاء دشوار ہے، واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ بعض ائمہ نے کہا ہے آئمہ اسلام میں اتنے شاگرد و تلامذہ کسی اور امام کے نہیں ہوئے۔ علامہ کردری نے آٹھ سو فقہاء اور محدثین کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ جس طرح فقہا میں امام ابویوسف، امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد وغیرہ ہیں۔ اسی طرح محدثین میں عبداللہ بن مبارک، لیث بن سعد، امام مالک اور مسعر بن کدام اور صوفیاء میں فضیل بن عیاض اور داؤد طائی جیسے آئمہ کو آپ کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ امام صاحب نے اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک مجلس مرتب کی تھی جس میں مختلف مسائل پیش کیے جاتے تھے۔ غور و فکر کے بعد جب کسی نتیجہ پر سب لوگ متفق ہو جاتے تو اس کو قلمبند کیا جاتا یہ مجلس چالیس ارکان پر مشتمل تھی۔

زہد و تقویٰ

عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ پہنچ کر دریافت کیا کہ یہاں پر سب سے زیادہ پارسا کون ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ ابوحنیفہؒ۔ خود انہیں کا بیان ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کسی کو پارسا نہیں دیکھا۔ حالانکہ مال و دولت سے ان کی آزمائش کی گئی تھی۔ زربخری امام صاحب کے حالات بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے افعال و اقوال اور اخلاق اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ صحابہ کرام میں افضل اور علم و فقہ اور پرہیزگاری اور سخاوت میں سب سے آگے تھے۔ اسی طرح امام صاحب تابعین کی جماعت میں ہیں۔

امام صاحب کی ایک اہم فضیلت

بخاری و مسلم اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔
"لو کان العلم بالثریا لتناولہ اناس من ابناء فارس"
اگر علم ثریا کے پاس ہو تو فارس کے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ آپ نے اس پیشگوئی کے اولین مصداق علامہ سیوطی، ابن حجر مکی اور عام طور پر علماء نے امام ابو حنیفہ کو قرار دیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں "فقیر گفت امام ابو حنیفہ دریں حکم داخل است" فقیر یعنی شاہ صاحب نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ اس میں داخل ہیں۔

ذکاوت وذہانت

امام صاحب کی ذکاوت و طباعی مشہور ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں "کان فی اذکیاء بنی آدم" یعنی امام ابو حنیفہ کا شمار دنیا کے منتخب اذکیاء میں ہے۔ امام صاحب کی ذہانت و فراست کو سب نے تسلیم کیا ہے محمد الفزاری کہتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی ایک ایک حرکت حتی کہ بات چیت میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلڑے میں اور دوسرے پلڑے میں حضرت امام ابو حنیفہ کی عقل رکھی جائے تو امام صاحب کا پلہ بھاری ہوگا۔

امام صاحب کا علمی مرتبہ

امام وکیع فرماتے ہیں کہ میں کسی عالم سے نہیں ملا جو امام ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہہ ہو اور ان سے بہتر نماز پڑھتا ہو۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ فقہ سے لوگ غافل تھے تو امام صاحب نے بیدار کیا اس کو مرتب و ملخص کیا۔ سفیان ثوریؒ نے ایک شخص سے فرمایا جو امام صاحب کی مجلس سے واپس آیا تھا کہ "روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہہ کے پاس سے واپس آرہے ہو"۔ خارجہ بن مصعب اور عبداللہ بن مبارک کا بیان ہے کہ علم و عقل میں امام ابو حنیفہ کی نظیر نہیں (علم سے مراد اس دور میں علم حدیث بھی ہوتا تھا) سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانہ کے عالم تھے اور اس کے بعد امام شعبی اپنے زمانہ کے عالم ہوئے اور اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ یعنی یہ تینوں اپنے اپنے دور میں بے مثال تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کی نظیر میری آنکھ نے نہیں دیکھی۔ امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ جس کو فقہ کی معرفت منظور ہو وہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑے۔

امام صاحب کی تابعیت

امام صاحب کے آغاز شباب تک چند صحابہ زندہ تھے۔ جیسے حضرت انسؓ بن مالک جو حضورؐ کے خادم خاص تھے ۹۳ھ میں وفات پائی۔ ابو طفیل عامر بن واثلہ نے ۱۰۲ھ میں، عبداللہ بن بسر المازنی نے ۹۶ھ میں وفات پائی۔ بہرحال جمہور محدثین ومحققین کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ امام صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال پیغمبری دیکھنے والوں کے دیدار سے عقیدت کی آنکھیں روشن کیں۔ بعض حضرات نے امام صاحب کی تابعیت کا انکار کیا ہے لیکن جمہور محدثین و محققین کا اس پر اتفاق ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ بن مالک کو بار بار دیکھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں کوفہ میں کئی صحابہ کرام جمع تھے لہذا امام صاحب کا طبقہ "تابعین" میں ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے۔ یہ فضیلت دیگر ائمہ میں کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جیسے امام مالک و امام اوزاعی وغیرہ۔ صاحب کمال بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب نے ۲۶ صحابہ کرام کو دیکھا ہے اس لیے تمام محدثین کبار مثلاً حافظ ابن حجرؒ، علامہ ذہبی، علامہ نووی، زین الدین عراقی، ابن جوزی، دارقطنی وغیرہ نے امام صاحب کی تابعیت کو تسلیم کیا ہے۔

البتہ بحث کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آیا امام صاحب کا کسی صحابی سے روایت کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے صحابہ سے امام صاحب کی روایات کا انکار کیا ہے امام دارقطنی ۳۸۵ھ نے کہا ہے۔

"لم یلق ابو حنیفۃ احداً من الصحابۃؓ انہ رأی انساً بعینہ ولم یسمع منہ"

ابو حنیفہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی مگر حضرت انسؓ کو دیکھا ہے لیکن ان سے سماع حاصل نہیں ہے۔ خطیب بغدادی نے بھی دارقطنی سے پورا اتفاق کیا ہے لکھتے ہیں۔ "لا یصح لابی حنیفۃ سماع من انس بن مالک"۔ اس لیے ان کے بعد عام طور پر علماء نے انہی کی تقلید کی ہے۔ تعجب ہے۔ حافظ ابن حجرؒ جیسے محقق نے بھی ان دونوں سے اختلاف نہیں کیا، حالانکہ لسان المیزان میں ترجمہ عائشہ بنت عجرد کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ۔ "ان ابا حنیفۃ صاحب الرای سمع عائشۃ بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اکثر جند اللہ الجراد لا آکلہ ولا احرمہ"

بیشک ابو حنیفہ (صاحب الرای) نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام کہتا ہوں۔ یہاں امام صاحب کا حضرت عائشہ بنت عجرد سے سماع واضح طور پر ثابت ہے ان کے علاوہ متعدد صحابہ سے امام صاحب نے حدیثیں سنی ہیں بظاہر ان کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ امام مسلم کے نزدیک ایک معاصر اگر اپنے معاصر سے بطریقہ عنعنہ روایت کرے تو وہ روایت متصل سمجھی جاتی ہے اور امام بخاریؒ کے نزدیک ایک مرتبہ ملاقات کا ہونا بھی اتصال کے لیے کافی ہے اس لیے دونوں کی شرطوں پر امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنا اتصال پر محمول ہوگا۔ اس لیے عبدالقادر قرشی، ملا علی قاری، حافظ بدر الدین عینی وغیرہ نے اس کو تسلیم کیا ہے۔

امام صاحب اور امام مالک

خطیب بغدادی نے امام مالک کے اقوال جرح امام صاحب کے متعلق اپنی تاریخ میں نقل کیے ہیں۔ مگر شارح موطا ابو الولید باجی مالکی فرماتے ہیں کہ ان کا انتساب امام مالک کی طرف صحیح نہیں بلکہ سعدی، ضمیری، موفق اور خوارزمی نے بیان کیا ہے کہ امام مالک امام صاحب کی کتابوں یعنی ان کے تلامذہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے۔

بعض علماء نے امام ابو حنیفہؒ کو امام مالک کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اشہب کا قول نقل کیا ہے۔

"رأیت ابا حنیفۃ بین یدی مالک کالصبی بین یدی ابیہ"

"میں نے امام ابو حنیفہ کو امام مالک کے سامنے اس طرح دیکھا جس طرح بچہ باپ کے سامنے ہوتا ہے"۔ اگرچہ امام صاحب کے لیے یہ بات کوئی عار کی نہیں ہے بلکہ یہ تو نہایت کسر انکسار کی دلیل ہے مگر علامہ کوثری نے اقوم المسالک میں اس واقعہ کی تردید کی ہے۔ "فما یرویہ الذھبی فی ترجمۃ مالک فی طبقات الحفاظ عن اشہب لا یصح لان ذاکان فی حق حماد بن ابی حنیفۃ دون ابیہ لان میلاد اشہب ۱۴۵ھ کما یقول ابن یونس" الخ

(علامہ ذہبی نے طبقات الحفاظ میں امام مالک کے ترجمہ میں اشہب کی جو روایت نقل کی ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی ہے ممکن ہے کہ امام صاحب کے صاحبزادے حماد کے سلسلے میں ان کا یہ بیان ہو۔ اس لیے کہ اشہب کی پیدائش ۱۴۵ھ میں ہے اور امام صاحب کا سن وفات ۱۵۰ھ ہے۔ گویا امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے وقت اشہب کی عمر ۴، ۵ سال سے زیادہ کی نہ تھی، پھر امام صاحب کے بارہ میں ان کا اس طرح کا کوئی بیان کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اشہب کی پیدائش مصر میں ہوئی تھی تو اس عمر کے بچے کے لیے مصر سے سفر کرکے مدینہ جانا اور امام مالک کی مجلس میں امام صاحب کو دیکھنا ناقابل فہم ہے بلکہ امام صاحب کا امام مالک سے حدیث کی روایت کرنا بھی خود محتاج ثبوت ہے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن حجر نے النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح میں لکھا ہے "ان ابا حنیفۃ لم تثبت روایتہ عن مالک وانما اوردہ الدارقطنی ثم الخطیب فی الرواۃ عنہ لروایتین وقعتا لھما باسناد فیھما مقال وایضا فھما لم یلتزما ما فی کتابیھما الصحۃ"

(امام صاحب کا امام مالک سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے، دارقطنی اور ان کے بعد خطیب نے امام مالک کے رواۃ میں صرف دو روایتوں کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ کو شمار کیا ہے اور دونوں کی صحت میں کلام ہے اور خود دارقطنی اور خطیب نے اپنی کتابوں میں صحت کا التزام نہیں کیا ہے) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو علامہ کوثری کا رسالہ اقوم المسالک فی بحث روایۃ مالک عن ابی حنیفۃ وروایتہ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

قرارداد: شام چھ بجکر ۲۰ منٹ پر مورخہ یکم فروری ۱۹۷۳ء کو قومی اسمبلی میں حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب کی قرارداد' بذریعہ M. TARIQ رپورٹر نیشنل اسمبلی
حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب! جناب والا میں حسب ذیل قرار داد پیش کرتا ہوں۔

متن قرارداد: اس ایوان کی رائے میں پاکستان کا وجود اور اس کی بقا، وحدت اسلامیہ اور مسلم معاشرہ کی ترقی پر مبنی ہے۔
ایک حقیقی اسلامی معاشرہ وجود میں لانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیم کے مدارس کے بورڈ (وفاق المدارس عربیہ) کی سند ایم۔ اے کے برابر قرار دی جائے۔ لہٰذا۔ یہ ایوان وفاقی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وفاق المدارس عربیہ کی ڈگری ایم اے کے برابر قرار دی جائے

مولانا عبدالحکیم ایم این اے۔ آف پاکستان

وفاق المدارس کی سند ایم۔ اے کے برابر قرار دی جائے

قومی اسمبلی کے اجلاس میں مولانا عبد الحکیم کی تقریر:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب سپیکر! ہمارا یہ ملک اس وقت تمام اسلامی ملکوں کی نسبت سب سے بڑا اور اسلامی ملک سمجھا جاتا ہے اور اس برصغیر پر انگریزوں کے قبضہ سے پہلے علوم عربیہ اسلامیہ کی جو حالت تھی وہ ساری دنیا کے لیے مثالی تھی۔ برصغیر کی غلامی کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دارالعلوم دیوبند کی آخری ڈگری جو آخری سال کے فارغ طلبا کو ملتی ہے اس کو علی گڑھ یونیورسٹی نے بھی تسلیم کر لیا۔ ایم اے کے برابر۔ اور آکسفورڈ یونیورسٹی، الازہر یونیورسٹی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے بھی باقاعدہ تسلیم کیا ہوا ہے ملک ہمارا تقسیم ہو گیا چاہیئے تو یہ تھا کہ یہاں پر اسلامی عربی علوم کی تعلیم کو فروغ دلانے کی خاطر اس کے فارغ اور اس کے فاضل کو بھی ایک اچھا مقام دیا جاتا اور ان کی ڈگری بھی تسلیم کر لی جاتی تو اس سے ہمیں یہ فائدہ پہنچتا کہ آج ہمارا ملک تمام عرب ملکوں کے ساتھ، اسلامی ملکوں کے ساتھ زبان کے معاملہ میں، خیالات کے معاملہ میں ان سے پوری یکجہتی ہو گئی ہوتی مگر ایسا نہیں ہوا جس کا افسوس ہے۔ مگر اب چونکہ عوامی حکومت ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں اصلاحات ہو رہی ہیں۔ تبدیلیاں ہو رہی ہیں خدا کرے کہ بطور اصلاح یہ کام اپنی کامیابی تک پہنچے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ معزز اور پر وقار عوام کے نمائندوں کے زمانہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اور حضور کی لائی ہوئی تعلیمات جو سراسر رحمت کا پیغام ہیں ان علوم کے فارغ شدہ انسانوں کو بھی کم از کم معاشرہ میں پر وقار مقام ملے اور ان اسلامی علوم سے جو فارغ ہوں دورہ حدیث پورا کر کے کم از کم اس سند کو بھی آپ تسلیم کریں۔ ویسے تو قابلیت کے لحاظ سے وہ ایم اے اسلامیات کے مقابلہ میں زبان کے لحاظ سے یہ عالم دس گنا زیادہ قابلیت کا مالک ہوتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے کہ ایم اے اسلامیات کے برابر قرار دیا جاتے۔ تاریخ میں آنے والی نسلوں اور پھر بین الاقوامی طور پر یہ فخر اور سعادت ہمارے اس ایوان اور اس موجودہ حکومت کے حصے میں آ جائے کہ یہاں جو اچھا کام ہو رہا ہے اس میں یہ بھی سر فہرست آ جاتے۔ کہ اسلامی علوم کی سند ایم اے کے برابر قرار دی جائے اس سے ہمارے تعلقات اسلامی ملکوں سے اچھے ہوں گے، ہمارے حق میں پروپیگنڈہ ہو گا اور وہ علماء جن میں صلاحیتیں ہیں، قابلیت ہے اور ان کی صلاحیت اور قابلیت سے ہم کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے۔ کم از کم یہ ہو گا کہ ان کی صلاحیت اور ان کی قابلیت سے بھی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے گا۔ اور آئندہ ہمارے فاضل عربی اور اسلامی علوم کو مزید وسعت کے لیے ہمیں ملک میں آدمی ملتے رہیں گے۔ یہ جو قحط الرجال کا مسئلہ ہے یہ بھی ختم ہو جائے گا اور جو خاص کر عربی ملکوں کے اندر ہماری حکومت کی نمائندگی کرنے والے جو ایک لفظ تک عربی نہیں بول سکتے تو کم از کم وہاں پر جو کمی ہے۔ وہ بھی پوری ہو سکے گی اور ہمارے ملک کی صحیح طور پہ نمائندگی ہو سکے گی اور اس طریقہ سے اور بہت ساری ضروریات بھی پوری ہوں گی اور ساتھ ہی ساتھ ملک کے ایک عظیم حصہ کے بسنے والے لوگوں کے روزگار کا جو مسئلہ ہے ملازمتوں میں سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی پورا ہو جائے گا۔ اس لیے میں نے یہ قرارداد پیش کی ہے۔

وزیر تعلیم پیرزادہ کی جانب سے اس قرارداد کو کمیٹی کے سپرد کرنے کی تجویز کے بعد سپیکر نیشنل اسمبلی نے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ آیا وہ اس بات سے متفق ہیں۔ تو مولانا عبدالحکیم نے کہا۔

میں جناب پہلے تھوڑی سی وضاحت عرض کر دوں؟

مولانا عبدالحکیم صاحب: جناب والا! بڑا افسوس ہے میرے بعض معزز ممبران الفاظ وفاق المدارس عربیہ کو پڑھ بھی نہیں سکے۔ ان کے ذہن میں یہ آیا کہ شاید میں ایک مدرسہ کی سند کو ایم اے کے برابر قرار دلا رہا ہوں، بات یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کے بعد برصغیر میں جوش عیسائی مذہب کو پھیلانے کے لیے تاج برطانیہ کی طرف سے باقاعدہ پروگرام کے تحت تبلیغ نشر و اشاعت کا کام چلا تو مشن سکول، مشن ہسپتال، وائسرائے ہند، گورنر، کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور ڈپٹی کمشنروں کے آگے جتنے وسائل بھی ہوتے ہیں یہ سب اس مقصد کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ اس برصغیر سے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کی نسلوں کو اسلام سے دور لے جایا جائے۔ تاکہ انگریز کے پاؤں اس برصغیر میں مضبوط ہو جائیں انہوں نے اپنی اس سیاسی سلامتی کی خاطر یہ سوچا کہ جب تک مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کو اسلام کے معاملہ میں اسلام سے دور نہیں کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک ہمارا یہاں حکمرانی کرنا ممکن نہیں ہے تو اس معزز ایوان کے بہت سارے ممبران کے شاید علم میں یہ بات ہو گی کہ انگریز نے اس کا سب سے پہلا حربہ یہ کیا کہ قرآن پاک کے نسخوں کو اس برصغیر میں خلاف قانون قرار دیا تھا۔ انگریزوں اور گورکھوں کے جتھے کے جتھے اس برصغیر میں گاؤں گاؤں دیہات دیہات مساجد میں بھیجے اور قرآن پاک کے نسخوں کو ضبط کرنا شروع کر دیا اس کے بعد ایک جگہ میں یو پی کے ایک گاؤں میں ایسا ہوا ایک صاحب جو قرآن پاک اس گاؤں کے بچوں اور بچیوں کو حفظ کرا رہے تھے اس نے نسخے اٹھا کر سارے کے سارے دے دیئے اور جب ان گوروں کے ساتھ ایک دیسی آدمی اس کا چاپلوس بن کر آیا تھا جس نے امید کی ہو گی کہ سر یا رائے بہادر صاحب، خان بہادر کا خطاب اس کو مل جائے گا۔ اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ قرآن پاک یہ نہیں جو لکھا ہوا ہے بلکہ قرآن پاک وہ ہے جو غار حرا میں سرور کائنات پر نازل ہوا۔ بغیر سیاہی کے بغیر کاغذ کے اور حضور کے صحابہ کرام کے سینوں میں منتقل ہوا اور ہم تک پہنچا ہے ان نسخوں کو لے جاؤ۔ پھر ایک بچے کو بلا کر الحمد شریف دوسرے بچے کو پہلا پارہ، تیسرے چوتھے، پانچویں چھٹے سے قرآن مختلف حصوں سے زبانی پڑھایا اور کہا کہ قرآن مجید تو ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ انہوں نے جس وقت یہ دیکھا تو اس کے بعد انڈیا میں قرآن پاک کے نسخے ضبط کرانا بند کر دیئے اور دوسری سکیم پھر لارڈ میکالے

اور کرزن نے یہ تجویز رکھی کہ ایسا کریں کہ آئندہ کے لیے مسلمان مذہب کے معاملہ میں مذہب سے بے نیاز ہو جائیں، یہ قرآن وحدیث کی زبان کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ عربی زبان کو پڑھیں گے تو پھر ترجمہ کے بغیر براہ راست یہ قرآن وحدیث کو خود سمجھیں گے۔ اور قرآن وحدیث میں تو ہر جگہ یہ آتا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے اے مسلمانو، تم جہاد کرو۔ قرآن وحدیث میں عزت نفس، آبرو اور دین کی حفاظت کے لیے جہاد کی ترغیب دی ہے۔ تو پھر جب یہ جہاد کریں گے تو ہمارے پاؤں اس برّ صغیر میں نہیں ٹکنے دیں گے۔ اس وقت دوسری سکیم چلی تو حضرت مولانا قاسم نانوتوی، اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے طلباء کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ ہمیں کالجوں، سکولوں اور یونیورسٹیوں میں عربی پڑھانے کے لیے ٹیچروں کی ضرورت ہوتی ہے تو تم آپ کے مدارس اس مدرسہ کے برصغیر میں جتنی بھی شاخیں ہیں ان کی سند جو ہائی ڈگری ہوتی ہے اس کے برابر تسلیم کر لیتے ہیں تمہارے مدرسہ کا جو فارغ ہوگا ان کو اس طرح لے لیں گے جیسا کہ ایسی جگہوں کے ہوتے ہیں تمہارے مدرسوں کی بھی یہی پوزیشن ہوگی جس کا مقصد یہ ہوگا۔ ان کو اس طرح سے قبول کریں گے۔ لیکن اس وقت ان بزرگان دین کی نظر اس بات پر تھی کہ اگر ہم اس وقت اس طرح جھک گئے تو پھر برصغیر آئندہ آزاد نہیں ہو سکے گا۔

روزگار ایک ایسا مسئلہ ہے کہ روزگار کی خاطر آدمی چپ ہو سکتا ہے۔ پشتو میں ضرب المثل ہے جس کا ترجمہ: "جب منہ کھاتا ہے تو آنکھیں شرماتی ہیں"! اس طرح ان بزرگوں نے اس وقت یہ سوچ کر اسے تسلیم نہیں کیا حالانکہ انہوں نے یہ کہا کہ آکسفورڈ یونیورسٹی سے بھی منظور کر لیتے ہیں تو تعلیم بھی ہوتی رہے گی۔ پھر ملک تقسیم ہو گیا اور جب ملک تقسیم ہوا تو محکمہ اوقاف کی طرف سے اس وقت ایک تجویز آئی کہ اس ملک میں اسلامی تعلیمات کا نصاب جو ہے اسے تسلیم کرنا چاہیئے اور اس کا امتحان بھی ایک جیسا ہے کہ اس سے جو فارغ ہوں وہ کس قابلیت کا ہے اور ایسے قابل ہوں کہ ملک کی خدمت بھی کر سکیں اس وقت ہمارے وہ اکابر جو اس دنیا سے جا چکے ہیں یعنی حضرت مولانا محمد حسین آزاد صاحب، مولانا لاہوری صاحب، مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی اور ان کے ساتھ مولانا خیر محمد صاحب، اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے انہوں نے پاکستان میں بڑے بڑے مدارس کے مہتمم جو ہیں ان ہستیوں کو بلا کر ملتان میں اس پر غور کیا۔ اور اس کے بعد تنظیم بنائی اور تنظیم کا نام عربی میں رکھ دیا جس کو کوئی نہیں سمجھتا۔ یہی وجہ ہے کہ میرے بھائی حامد لٹین صاحب اسے سمجھ نہیں پایا اس کا نام "وفاق المدارس عربیہ" "وفاق" کے معنی "بورڈ" کے ہیں۔ "تنظیم" کے ہیں اس مرکزی تنظیم کے کچھ قواعد ہیں۔ ایک نظام ہے کچھ اصول ہیں اس کے آخری سال کے جو امتحانات ہوتے ہیں۔ جیسے بی اے کے امتحان ہیں۔ آخری سال جس میں ڈگری دی جاتی ہے اس کی صورت وہی ہے جو یونیورسٹی کی ہے

اور اسی طرح امتحان ہوتے ہیں جس طرح یونیورسٹی کے ہوتے ہیں اور وہ پرچے کھلتے ہیں جو خفیہ طریقے سے دیکھا جاتا ہے اور نمبر لگتے ہیں، یہ سند جو مدارس عربیہ کی دیا تی ہے ۱۲، ۱۴ سال کے پڑھنے کے بعد دی جاتی ہے بات یہ ہے کہ جیسے راول پنڈی میں اڑھائی پارے قرآن ترجمہ سے پڑھ کر اور ایک کتاب "نورالایضاح" جیسے کہ ہمارے مدارس میں سال اول میں پڑھایا جاتا ہے پڑھ کر ایم اے۔ کا امتحان دیتے ہیں۔ تو ان کو سند مل جاتی ہے تو اس کو پھر ہم استاد رکھتے ہیں تو اس طرح جس طرح آپ ایم اے اسلامیات میں رکھتے ہیں ایم اے اسلامیات جو کرے گا اس میں سے ڈاکٹری کی تعلیم ختم ہو گی۔ انجنیئرنگ کی تعلیم ختم ہو گی۔ ایم اے اسلامیات جو کرے گا وہ دیگر مضامین میں کیسے محروم ہو جائے گا؟ میرا سوال تو یہ تھا بارہ یا چودہ سال پڑھ کر تیس پارے کا ترجمہ جو بغیر دیکھے اردو میں کر سکے، بڑی بڑی کتابیں پڑھانے پر قادر ہو، عربی زبان، اردو زبان لکھنے پر قادر ہو۔ ان علوم سے جو فارغ ہوا ہے اس کو کم از کم ڈھائی پارے قرآن مجید پڑھ کر جو ڈگری لیتا ہے اس کے برابر اس کی ڈگری ہونی چاہیئے۔ کیونکہ حکومت کے گھر میں روزگار کے ذرائع بنائے جاتے ہیں۔ اس کی تعلیم کو نیچے پڑھتے ہیں۔ آج ہم جن کو ڈگریاں دیتے ہیں ان کو پرائمری سکولوں سے لے کر ہائی سکولوں تک اور ہائی سکولوں سے لے کر کالجوں اور کالجوں سے لے کر یونیورسٹیوں، کسی مقام پر اچھا روزگار نہیں ملتا۔ جن کو ہم ایم اے اسلامیات پڑھاتے ہیں وہ تو ڈگری لے کر روزگار پر لگ جاتے ہیں اور جس نے تیس پارے پڑھے ہیں اور بارہ بارہ، چودہ چودہ سال عربی پڑھی ہے اور قابلیت کا مالک ہے۔ اسے اس ملک میں کوئی مقام حاصل نہیں میرا کہنا یہ ہے کہ ایسے شخص کو کم از کم ملک کی گاڑی چلاتے ہیں، اس ملک کو آباد کرنے میں اور کچھ بنا تو ایم اے اسلامیات جہاں لگتے ہیں اس کا مقابلہ کرنے کا موقع تو دیا جائے کہ وہاں اپنی قابلیت کا مظاہرہ تو کر سکے اور ہو سکے تو ملازمت حاصل کر سکے۔ میرے محترم بزرگ میں نے یہ تجویز تمام مدارس عربیہ کے لیے رکھی ہے اس میں کوئی شرط نہیں کہ وہ دیوبندی، بریلوی یا اہل حدیث ہو۔ جیسا کہ میٹرک اور ایف اے، بی اے وغیرہ کا نصاب ہوتا ہے۔ تو ہمارے ہاں بھی نصاب ہوتا ہے۔ دورہ حدیث ہے رسول اللہ کی حدیث مبارکہ ہیں، ابو داؤد، مسلم، نسائی وغیرہ ہیں۔ مختلف ادوار سے گزرنے کے بعد کہیں جا کر ڈگری دی جاتی ہے۔ جامعہ الازہر میں بھی یہی نصاب ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں بھی یہی نصاب ہے طرابلس میں بھی یہی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں اور برصغیر میں بھی مدارس موجود ہیں ان میں یہی نصاب پڑھایا جاتا ہے۔

میرا خیال یہی ہے کہ انگریز نے کالج اور مدرسہ کو انگریزی اور عربی کو، آپس میں لڑایا ہے اس کو تو اسی میں مزا آتا تھا وہ تو اس ملک سے اسلام کو نکالنا چاہتا تھا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں۔ اتفاق و اتحاد ہو، یکسانیت ہو اور اس سند کو روزگار کے میدان میں بھی تسلیم کر لیا جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو علم ہو کہ کل کو ہمیں بھی روزگار ملے گا۔ جب ان کو یقین ہو گا تو وہ اس تعلیم کو حاصل کریں گے اور کل کو پھر دہریہ اور مرتد نہیں بنیں گے اور ملک کے خلاف سازش نہیں کریں گے وہ ملک کے عوام کو غداری کر کے نہیں بیچیں گے۔ پھر ایک بے ضرر تجویز ہے "وفاق المدارس" ایک بورڈ ہے اس کی سند حاصل کرنے والے کسی جگہ ملازمت حاصل کرنے کے قابل تو ہوں گے۔ تاکہ وہ اسلامیات ایم اے کی آسامی پر لگائے جا سکیں۔ یہ ہماری تجویز ہے۔

محترم وزیر تعلیم نے درمیان میں جو ترمیم پیش کی ہے اس کو قبول کر لیں گے۔ لیکن پھر عرض کروں گا کہ اس کو غیر معینہ مدت کے لیے سرد خانے کی نظر نہ کیا جائے اس کے لیے کوئی وقت مقرر کیا جائے اور علماء کو بھی ضرور مدعو کیا جائے۔

جناب عبدالحفیظ پیرزادہ صاحب: ٹھیک ہے۔ ہم نے ایک طریق کار مقرر کر لیا ہے۔ ایسی باتوں میں جب وہ پیش ہوں اس میں محترم علماء کرام اور مضمون کے ماہر ایکسپرٹس کو بھی بلایا جاتا ہے اس بل کے وقت بھی بلایا جائے گا آپ بڑی خوشی سے شرکت کریں — ہم خوش آمدید کہیں گے۔

جناب مولانا عبدالحکیم صاحب: میں اس کی معلومات بھی آپ کو پورے طور پر پیش کر دوں گا۔

شکریہ:

بقیہ: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں

بھی دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ کبھی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پہلے سے زیادہ اس کی تمنا کریں اور پہلے سے بڑھ کر اس کی طلب کریں اور اس کی رغبت میں پہلے سے بڑھ جاویں پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھتا ہے کہ فرشتو! میرے بندے کس چیز سے پناہ مانگتے ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ وہ دوزخ سے پناہ مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے کبھی دوزخ کو دیکھا ہے فرشتے کہتے ہیں کہ کبھی نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو کیا ہو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر وہ دوزخ کو دیکھ لیں تو پہلے سے زیادہ اس سے بھاگیں اور پہلے سے زیادہ اس سے خوف کریں پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فرشتو دیکھو میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے ان بندوں کو بخش دیا۔

اس پر ایک فرشتہ فرشتوں میں سے عرض کرتا ہے کہ حضور ان لوگوں میں فلاں شخص جو بیٹھا ہوا تھا وہ ان میں سے نہ تھا وہ تو اپنے کسی کام کے لیے وہاں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے گا میں نے اس کو بھی بخشا کیونکہ وہ لوگ ایسے مجلس میں ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدقسمت محروم نہیں رہتا۔

اسلام اور اقتصادیات

عبد الرحمٰن صاحب لودھیانوی، شیخوپورہ،

دولت کی اسلامی اہمیت

دنیا میں ساری رونق اقتصادی و مالی نظام ہی سے ہے کیونکہ ساری ضروریات مال ہی سے پوری ہوتی ہیں۔ ساری خواہشات اور آرزوؤں کی تکمیل اسی سے ہوتی ہے۔ دنیا عیش و آسائش، شکھ چین، شان و عظمت، ترقی تہذیب و تمدن، غرض سب کا منبع مال ہی ہے۔ مال کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ انتہا یہ ہے کہ یہ خدا سے ملا دیتا ہے کہ مساجد اسی سے بنتی ہیں، حج اسی سے ہوتا ہے، زکوٰۃ اسی سے دی جاتی ہے، گنبد خضریٰ کی زیارت اسی کے توسط سے ہوتی ہے، گھر اسی سے ہے اور دوست اسی سے ہے، اسی سے ہے دنیا، اسی سے کھیتیاں سرسبز ہوتی ہیں، اسی سے تجارت فروغ پاتی ہے، آبرو قائم ہوتی ہے رزق ملتا ہے۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔

(سورہ الکہف ع ۶ پ ۱۵)

ترجمہ: مال اور اولاد تو دنیا کی زندگی کی رونق ہیں۔

لوگ غلطی سے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اسلام نے مال کی تنقیص کی ہے۔ کی تو ضرور ہے مگر اس مال کی جو نا جائز کاموں میں صرف ہو اور غفلت پیدا کرے۔ یوں تو جا بجا دنیا ہی کی برائی ہے مگر یہی دنیا "مزرعۃ الآخرۃ" ہے اور یہیں کیے ہوئے اعمال سے جنّت اور خوشنودی ربّ قدیر خریدی جا سکتی ہے۔ مال بُرا نہیں اس کا استعمال اسے بُرا کر دیتا ہے۔ تلوار بہت اچھی ہے مگر وہ ذاتی تحفظ، مظلوم کی حمایت اور دفاع فساد و شر کے لیے استعمال ہو۔ تلوار بہت بُری ہے اگر اس سے ناحق خونریزی کی جائے، کمزوروں کو دبایا جائے اور اپنے گلے پر پھیر لی جائے۔

یہی صورت مال کی ہے۔ اسلام نے جا بجا طور پر اسے زینتِ حیات، قیامِ معیشت، فضل و رحمت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ بے زر ایسے پر ہے۔ اس کے بغیر تو کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لا کر سب سے پہلے اسی کا اہتمام کیا پھر اسی سے مجاہدین کی فوجیں تیار کیں۔

مال کی سود مندیاں

اسلام نے وہ تعلیم دی ہے کہ اگر مسلمان اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو وہ کبھی غریب رہ ہی نہیں سکتے۔ سب سے پہلے مال پیدا کرنے اور روپیہ کمانے پر زور دیا۔

وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًاؕ

(سورہ النبا۔ ع ۱۔ پ ۳۰)

ترجمہ: اور ہم نے دن کو روزی کمانے کے لیے بنایا ہے۔

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورہ الاعراف ع ۱۔ ۸پ)

ترجمہ: اور اس میں تمہارے لیے زندگی کا سامان بنا دیا۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ (سورہ الجمعہ ۲ ع پ ۲۸)

ترجمہ: پھر زمین میں چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اس کے بعد اس کی اہمیت ظاہر کی مثلاً:۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (الآیہ) (النساء ع ۱ ۴پ)

ترجمہ: اور اپنے وہ مال جنہیں اللہ نے تمہاری زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے بے سمجھوں کے حوالے نہ کرو۔

پھر اس کے خرچ کرنے، بچانے اور بڑھانے کے آئین بتائے۔ روپیہ کی اضاعت تین صورتوں سے ہوتی ہے (۱) حیثیت سے زیادہ خرچ کیا جائے (۲) بے جا خرچ کیا جائے (۳) نمود و نمائش میں خرچ کیا جائے۔

اسلام نے ان سب باتوں کو لیا۔ ایک ایک کر کے لیا۔ اور ہر ایک کے متعلق سخت سے سخت احکام نافذ کیے تاکہ روپیہ جیسی مفید چیز بیکار ضائع نہ ہو۔

صرفِ زر کی ہدایات

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (سورہ الاعراف ع ۳ ۸پ)

ترجمہ: اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ نکلو۔ بے شک حد سے نکلنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط

(سورۃ بنی اسرائیل۔ رکوع ۳۔ پارہ ۱۵)

ترجمہ: اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

بے جا خرچ کرنا نعمت الٰہی کی ناسپاسی اور شیطانی کام ہے۔

تیسری بات کے متعلق فرمایا:۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝ (سورہ النساء ع ۶۔ پ ۵)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے میں خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جس کا شیطان ساتھی ہوا تو وہ بہت بُرا ساتھی ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ نہ تو اتنا بخل کرو کہ ضروریات پر بھی مشکل خرچ کرنے لگو اور نہ اتنا ہاتھ کشادہ کرو کہ کل کی فکر ہی نہ رہے۔ کیونکہ اگر ایسا کرو گے تو ایک روز تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہے گا اور پریشان ہو کر گھر میں بیٹھ جاؤ گے۔

بے کسوں کی امداد

خرچ کرنے کا ایک ڈھنگ اور معتدل و محتاط طریقہ تلقین کر کے اور مفید انفرادی و اجتماعی تراکیب بھی بتائیں۔ وہ یہ کہ حسب حیثیت مناسب سمجھ کر صدقات دیا کرو۔ اور سال بھر میں ہوشمندانہ چال چل کر جو بچا لو اس میں سے اڑھائی فیصد زکوٰۃ نکالو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ۔ (سورۃ البقرہ ع ۳۷ ۳پ)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے ستھری چیزیں خرچ کرو۔

وَاَنْفِقُوْا مَا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ۔ (سورۃ المنافقون ع ۲ ۲۸پ)

ترجمہ: اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آ جائے۔

گویا اسراف و تبذیر اور نمود و نمائش کے تمام مخارج روک دیے کہ ان سے نہ ذات کو فائدہ پہنچتا ہے نہ قوم کو۔ اور انسان مفت میں تباہ ہو کر رہ جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن اور حدیث کی تعلیم سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے اسی انفاق کے حکم کے ماتحت ہر جگہ مدارس، مساجد، سرائیں، شفا خانوں، دار الیتامیٰ، لنگر خانوں اور وظائف پر بکثرت روپیہ خرچ کیا اور ہزارہا غریب مسلمان زردار مسلمانوں کے انفاق سے وقت کے بہترین فضلاء، صناع،

تاجر اور مجاہد بن گئے ۔ دنیا بھی آباد ہوئی اور اُخروی فائز المرامی بھی ملی ۔ اسلام نے تو ان مقاصد کے لیے ایک صیغہ زکوٰۃ و انفاق کا علیحدہ قائم کر دیا ۔ جس کے ارکان تمام زردار مسلمان قرار پائے ۔ اسلام کے سوا انفاق و زکوٰۃ کا یہ نظام اور کسی قوم میں نظر نہیں آتا ۔ خیرات تو ہر قوم میں ہے مگر اتنی مرتب صورت اور کسی قوم میں نظر نہیں آتی ۔

اسلامی دولت کی فائدہ رسانی

اسلام کا منشا یہی ہے کہ اس کی دولت سے اور دنیا والوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے ۔ اور دولت ایک جگہ جمع نہ ہو ۔ اور بیکار نہ پڑی رہے ۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ (سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰)

ترجمہ : اور جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دے ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵)

ترجمہ : جو لوگ بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل سکھاتے ہیں اور اللہ نے انہیں اپنے فضل سے جو دیا ہے اسے چھپاتے ہیں ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ

ترجمہ : اے ایمان والو ! تمہیں تمہارے مال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دے ۔

کتنی اعلیٰ تعلیم ہے ۔ کمانے ، خرچ کرنے ، بچانے اور بڑھانے اور قومی مفاد پر خرچ کرنے کی تمام راہیں بتا دی گئی ہیں ۔ جمع کریں گے ۱/۲ ۷، ۹ فیصد تو گھر میں بچ بھی رہے گا اور اڑھائی فیصد زکوٰۃ اللہ کی راہ پر دینے سے دنیوی آبرو بھی قائم ہوگی اور اُخروی ثواب بھی ملے گا ۔ اور قومی دولت بھی بڑھے گی اور وہ لامحالہ اندوختہ کو ہر سال کم ہوتا دیکھ کر اس کے بڑھانے اور اپنا روپیہ نفع آور کاموں میں لگانے پر مجبور ہوگا ۔ بھلا اس تعلیم سے کوئی شخص غریب رہ سکتا ہے ؟

دین و دنیا کا فائدہ

پھر اسلام نے اقتصادیات و مالیات کی یہ تعلیم اس وقت دی اور مال و دولت کی اہمیت اس زمانہ میں جتائی جب کہ ہر طرف ہر مذہب اس کی تنقیص اور مذمت میں سرگرم تھا ۔ عیسائیت کا حکم ہے کہ دولت مند آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتے ۔ بدھ مت پیشوایانِ مذہب تک کو گداگر اور سائل بننے کی اجازت دیتا ہے اور بھیک کا ٹکڑا ہاتھ میں لیے بغیر خدا مل ہی نہیں سکتا ۔ یہودیت میں ترک دنیا اور ترکِ علائق کی تعلیم موجود ہے اور ان کی دولت کے ثمرات سے صرف فقرائے یہود ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۔ ہندویت میں سنیاس اور سادھوپن کو بڑا تقدس حاصل ہے ۔ دس گھر مانگ کر کھانا ثواب ہے آخری عمر میں تو مذہبًا سنیاس لے لینا ضروری ہے ۔ مگر اسلام دولت کو معیشت کا ستون اور آرائشِ حیاتِ دنیوی بتلاتا ہے ۔ ترکِ دنیا حرام ہے ۔ قرآن کریم میں دولت کو ۲۰ جگہ فضل ۲۱ جگہ خیر اور ۱۲ جگہ رحمت اور حسنہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور اس سے خود بھی فائدہ اٹھانے اور قوم و ملک کو بھی فائدہ پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے ۔ خلیفہ مامون نے ٹھیک کہا تھا کہ جو مذہب آخرت کے کام کا ہے وہ عیسائیت ہے اور جو مذہب دنیا کے کام کا ہے وہ مجوسیت ہے ۔ لیکن اسلام دین اور دنیا دونوں کے کام کا ہے علامہ جاحظ کا قول ہے کہ جس نے دولت کی حفاظت کر لی اس نے دو بڑی چیزوں کو بچا لیا ۔ ایک مذہب اور دوسری آبرو ۔

غور کیا جائے تو جو مالی تعلیم اسلام نے دی ہے وہ کوئی اور مذہب تو درکنار ۔ اس زمانہ کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر مالیات بھی نہیں دے سکتا ۔ عیسائیت و ہندویت کو دیکھیے کہ تعلیم کچھ ہے اور عمل کچھ ہے ۔ وہ مجبور بھی ہیں ۔ فطرت کے خلاف کون چل سکتا ہے ۔ کاش مسلمان آنکھیں کھولیں ۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۔

قائدینِ تحریکِ ولی اللّٰہی

تحریر : غلام محمد

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔

حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی ؒ نے ۱۲ ذیقعدہ ۱۱۴۳ھ بمطابق ۵ مئی ۱۷۳۱ء سے دہلی کے مفاسد کو ختم کرنے کے لیے توکلاً علی اللہ اپنی ذمہ داری پر ایک مستقل انقلابی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا ۔ غالباً اس سے پانچ برس قبل وہ اس مطلب کے لیے قرآن کریم کا فارسی ترجمہ ۱۷۳۹ء میں شروع کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے ۔ تاریخ ہند کا یہ عظیم الشان واقعہ انقلاب فرانس سے ۵۰ سال پہلے ہوا ۔

حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی ؒ نے اپنا نصب العین معین کیا ۔ اپنے پروگرام کی تدوین کی جمعیت مرکزیہ بنائی اور اس کی شاخیں ملک میں پھیلیں ۔ اس طرح حزب ولی اللہ ایک مسلم پارٹی کی صورت میں ظاہر ہوئی ۔ اس نے حکومت مؤقتہ بنائی ۔ لیکن ۲۷ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ (۶ مئی ۱۸۳۱ء) بروز جمعہ بالاکوٹ کے معرکۂ شہادت میں ختم ہو گئی ۔ اس صدی میں اس تحریک کے لیے تین امام ظاہر ہوئے اور ایک امارت منعقد ہوئی ۔

۱ ۔ حکیم الہند امام ولی اللہ ۱۷۳۱ء تا ۱۷۶۳ء

۲ ۔ سراج الہند امام عبدالعزیز دہلوی ۱۷۶۳ء تا ۱۸۲۴ء

۳ ۔ الصدر الحمید امام محمد اسحٰق ۱۸۲۴ء تا ۱۸۴۶ء ۔ اس سال یعنی ۱۸۴۶ء میں تحریک کا پہلا دور پورا ہوا ۔ اس دور میں حزب ولی اللہ میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا جو نہ امیر تھا نہ امام لیکن اپنی مبارک زندگی اور شہادت سے اپنے جد امجد کی تحریک کو زندہ کر گیا ۔ وہ مولانا محمد اسمٰعیل شہید ؒ بن عبدالغنی ؒ بن ولی اللہ ؒ ہے ۔

اس تحریک کا دوسرا دور امام محمد اسحاق نے ۱۸۳۱ء سے شروع کیا ۔ آپ ۱۸۴۱ء دس سال تک دہلی میں رہے اور پانچ سال ۱۸۴۶ء تک مکہ معظمہ میں رہے ۔ دہلی میں ان کے نائب مولانا مملوک علی صاحب تھے ۔ اور ان کے بعد امیر حاجی امداد اللہ صاحب ۱۸۵۰ء بارہ برس تک دہلی میں رہے اور اس کے بعد مکہ معظمہ چلے گئے ۔

ہندوستان میں امیر حاجی امداد اللہ صاحب ؒ کے پہلے نائب امام کبیر مولانا محمد قاسم نانوتوی ؒ ۱۸۷۹ء تک رہے ۔ پھر قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ ۱۹۰۵ء تک اور ان کے بعد شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب ؒ ۱۹۲۰ء تک اس تحریک کے سرپرست رہے ۔ اس سال تحریک مذکور کا دوسرا دور ختم ہوا ۔

تحریک کے تیسرے دور کو مولانا شیخ الہند ؒ نے ۱۹۲۰ء سے تھوڑا عرصہ پہلے شروع کیا تھا ۔

★

مسلم لیگ کا مطالبہ تھا کہ انگریز چلے جائیں اور ہندوستان دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمان حکومت سنبھال لیں اور جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں انتظام ہندو کریں۔ ہندو چاہتے تھے کہ انگریز چلے جائیں اور تمام ملک کی حکومت کانگرس کے حوالے کر دیں۔

(چوہدری صادق علی ندوی لاہور)

جلیانوالہ باغ

فرنگی سامراج کے مظالم کی داستان

انگریز ظالم حکمرانوں نے فائرنگ کر کے ہزاروں نہتے

انسانوں کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے

”سائمن گو بیک“

ہندوستان چھوڑ دو!

کے فلک شگاف نعرے

پہلی جنگ عظیم کے دوران جب انگریز قوم کشمکش حیات میں مبتلا تھی جرمن قوم جنگ کے آغاز میں فتوحات حاصل کرتے ہوئے فرانس تک پہنچ گئی تھی۔ اور رود بار انگلستان کے دوسرے کنارے سے دور مار توپوں کے ذریعے انگلستان پر بمباری کر رہی تھی گویا انگریز قوم تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی تھی اس وقت اس عیار قوم نے ہندوستانیوں سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اس جنگ میں دل و جان سے اتحادیوں کی مدد کریں اور وہ جنگ جیت لیں تو ہندوستان کو آزاد کر دیا جائے گا۔ اور انگریز قوم ہندوستان کی حکومت ہندوستانیوں کے سپرد کر کے یہاں سے چلی جائے گی چنانچہ اہل ہند نے عموماً، مسلمانوں اور سکھوں نے خصوصاً انگریزوں کی مدد جان و مال سے کی۔ اتحادیوں کو بالآخر فتح نصیب ہوئی۔ اور انگلستان تباہی سے بچ گیا۔ سنہ ۱۹۱۸ء میں جنگ عظیم ختم ہوئی۔ راقم الحروف اس وقت چھ سات سال کا تھا اور اچھی طرح یاد ہے کہ جنگ میں پنجاب کے ہر گاؤں میں سے نوجوان فوج میں بھرتی ہوتے جب کوئی نوجوان جنگ میں مارا جاتا تو ایک چھپی ہوئی چٹھی بمعہ ملکہ میری کی فوٹو کے اس کے ورثاء کے پاس آتی تھی جس میں مرنے والے کی بہادری کا ذکر ہوتا تھا اور کوئین میری کی طرف سے وارثان کے نام تعزیت نامہ فوٹو کے نیچے چھپا ہوا درج ہوتا تھا راقم کا چچا زاد بھائی چراغدین بھی اسی جنگ میں مارا گیا تھا اور کئی سال تک ہمارے گھر میں وہ فوٹو والا تعزیت نامہ محفوظ رہا تھا جب بھی ایسی ہی چھٹی کسی سپاہی کی موت کے متعلق گاؤں میں موصول ہوتی تو عورتوں کی چیخ و پکار سے تمام گاؤں میں کہرام مچ جاتا تھا۔ راقم الحروف کی آنکھوں میں ابھی تک وہ مناظر موجود ہیں۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد اہل ہند نے آزادی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ انگریز نے لیت و لعل سے کام لیا۔ آزادی دینے سے زبانی تو وہ انکاری نہ تھا مگر بہانہ یہ بنایا تھا کہ ابھی ہندوستان مکمل آزادی کے قابل نہیں بتدریج آپ کو حقوق دیئے جائیں گے چنانچہ سنہ ۱۹۱۹ء میں ایک آئین بنایا گیا جس کی رو سے اسمبلیاں قائم ہوئیں اور تھوڑے سے اختیارات اسمبلیوں کو اور وزراء کو دیئے وزراء وغیرہ پر مکمل کنٹرول گورنر کو حاصل تھا جو کہ انگریز ہوتا تھا اور براہ راست وائسرائے ہند کو جواب دہ تھا۔ وائسرائے پر حکومت برطانیہ کا مکمل کنٹرول تھا اہل ہندان برائے نام اختیارات پر مطمئن نہ تھے چنانچہ آزادی کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا ملک کی تمام قومیں یعنی ہندو سکھ مسلمان وغیرہ کانگرس کی شکل میں ایک سیاسی تنظیم بنا چکے تھے جو آزادی کی جدوجہد میں نمایاں کام کر رہی تھی۔

سول نافرمانی کا آغاز

یہ جدوجہد سنہ ۱۹۲۱ء میں شدت اختیار کر گئی اور ملک میں سول نافرمانی کا آغاز ہو گیا جس کے نتیجہ میں چند ایک سرکاری عمارتیں اور ریلوے سٹیشن جلا دیے گئے اور جلیانوالہ باغ کا واقعہ پیش آیا پنجاب کے مسلمان ان قربانیوں میں پیش پیش تھے۔ جلیانوالہ باغ کے ہیرو ڈاکٹر سیف الدین کچلو تھے وہ انگریز کے خلاف دھواں دار تقریر کیا کرتے تھے۔ لاکھوں کا مجمع باغ میں موجود تھا انگریز جنرل ڈائر جو فوجی دستے کا کمانڈر تھا اور انتظام کی خاطر فوج کو باغ کے کنارے لے آیا تھا۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی تقریر سن رہا تھا انگریزوں کے خلاف اس مہیب آواز کو وہ برداشت نہ کر سکا اور اس نے فوج کو فائرنگ کا حکم دے دیا لاکھوں کے مجمع میں گولی چلائی گئی اور ہزاروں ہندوستانی شہید ہو گئے اس کے بعد انگریزوں نے سمجھ لیا کہ اس قوم کو سختی سے دبانا مناسب نہیں چنانچہ مزید اختیارات کے لیے آمادہ ہو گیا مگر ان اختیارات پر بھی اہل ہند راضی نہ ہوئے کانگرس میں اس وقت لالہ لاجپت رائے جیسے مدبر موجود تھے۔ سائمن کمیشن صرف اس لیے بھجوایا گیا کہ وہ رپورٹ کرے کہ ہندوستانیوں کو کس قدر اختیارات دیئے جائیں۔ جب یہ کمیشن لاہور پہنچا تو اس وقت راقم الحروف سنٹرل ماڈل سکول لاہور میں ایک طالب علم تھا۔ کانگرس نے کمیشن کا بائیکاٹ کیا اور سیاہ جھنڈیوں سے ریلوے سٹیشن پر استقبال کیا گیا۔ شہر لاہور کا سپرنٹنڈنٹ پولیس سکاٹ تھا اس وقت ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس تقریباً سب کے سب انگریز ہی ہوتے تھے۔ سکاٹ تمام پولیس کے دستوں کی نگرانی بذات خود کرتا تھا ریلوے سٹیشن پر بہت بڑا ہجوم تھا اور سائمن گو بیک (سائمن واپس چلے جاؤ) کے نعرے بلند ہو رہے تھے یہ نعرہ انگریزی الفاظ میں وضع کیا گیا تھا تاکہ انگریز جو کمیشن کے ممبر تھے سمجھ لیں کہ ہندوستانی ان سے نفرت کرتے ہیں۔ اس نعرہ بازی کو سکاٹ ایس پی برداشت نہ کر سکا اور اس نے لاٹھی چارج کا حکم دے دیا۔ چنانچہ پولیس نے عوام پر بے پناہ لاٹھیاں برسائیں۔ لالہ لاجپت رائے جو اس وقت ہجوم کی قیادت کر رہے تھے بری طرح زخمی ہوئے۔ رات کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں لالہ لاجپت رائے نے باوجود زخمی ہونے کے دھواں دھار تقریر کی۔ راقم الحروف اس جلسہ میں موجود تھا ایک تاریخی فقرہ لالہ لاجپت رائے کے منہ سے نکلا وہ ذیل میں درج ہے۔

every blow that was heald upon us this afternoon was a nail in the coffin of the British Empire

(ہر ایک لاٹھی جو آج بعد دوپہر ہم پر برسائی گئی حکومت برطانیہ کے کفن میں ایک کیل کی حیثیت رکھتی ہے)

اگلے دن یہ فقرہ تمام اخباروں کی شہ سرخی تھا۔

سائمن کمیشن کی رپورٹ کے بعد سنہ ۱۹۲۹ء میں کچھ مزید اختیارات اسمبلیوں کو دیئے گئے مگر وہ بھی اشک شوئی کے سوا کچھ نہ تھے آزادی کی جدوجہد تیز ہو گئی مگر اسی دوران قائد اعظم نے محسوس کیا کہ ہندو قوم انگریز سے بھی زیادہ مسلمانوں کے ساتھ دشمنی رکھتی ہے اور منصوبہ بنا رہی ہے کہ آزادی ملک کے بعد وہ اپنی اکثریت کے بل بوتے پر بلا شرکت غیرے ہندوستان کی حاکم بن جائے اور مسلمان ان کے غلام ہو کر یہاں زندگی

بسر کریں۔ سال ہا سال ہندوؤں کے ساتھ کانگرس کے پلیٹ فارم پر کام کرنے سے وہ ہندو قوم کی گندی ذہنیت کو خوب سمجھ گئے تھے لہٰذا انہوں نے کانگرس سے علیحدگی اختیار کر کے مسلم لیگ کی بنیاد رکھی۔ قوم نے ان کا ساتھ دیا اور خصوصاً علامہ اقبالؒ جیسے مدبر اور دانشور، قائداعظم کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اب کانگرس اور مسلم لیگ دو سیاسی جماعتیں انگریز کو یہاں سے نکالنے کے درپے ہو گئیں۔

مسلم لیگ کا مطالبہ تھا کہ انگریز چلے جائیں اور ہندوستان دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں مسلمان حکومت سنبھال لیں اور جن صوبوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں انتظام ہندو کریں۔ ہندو چاہتے تھے کہ انگریز چلے جائیں اور تمام ملک کی حکومت کانگرس کے حوالے کر دیں۔

اس زمانہ میں کانگرس کے صدر لالہ موتی لال نہرو (جواہر لال نہرو کے والد تھے) لالہ موتی لال نے ایک رپورٹ مرتب کی جس میں یہ تجویز کیا گیا تھا کہ ہندوستان داخلی طور پر تو آزاد ہو جائے مگر دفاع اور محکمہ خارجہ وغیرہ حکومت برطانیہ کے سپرد رہیں گویا ہندوستان انگریز کی ایک ذیلی حکومت ہو جیسے ڈومینین سٹیٹس (Dominions Status) کا نام دیا گیا۔ اس رپورٹ پر غور کرنے کے لیے دسمبر ۱۹۲۹ء میں لاہور میں آل انڈیا کانگرس کا اجلاس دریائے راوی کے کنارے پل کے نزدیک ہوا۔ کانگرس میں نوجوانوں کا طبقہ ایسی نیم آزادی کو پسند نہیں کرتا تھا اس طبقہ کے لیڈر جواہر لال نہرو تھے چنانچہ نہرو رپورٹ بحث و تمحیص کے بعد نامنظور کر دی گئی اور نوجوان طبقہ اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا ۳۱ دسمبر ۱۹۲۹ء رات کے بارہ بجے نہرو رپورٹ کو دریائے راوی میں بہا دیا گیا۔ اور پھر ایک جشن منایا گیا۔ اگلے دن جواہر لال نہرو کو کانگرس کا صدر چن لیا گیا اور بائیس گھوڑوں کی بگھی پر بٹھا کر لاہور میں جلوس نکالا گیا۔ کانگرس کی تحریک میں یہ ایک تاریخی دن تھا۔ جواہر لال نہرو کو بے تاج بادشاہ کہا گیا۔

اسی اثنا میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس الٰہ آباد میں ہوا یہ اجلاس بھی تاریخی حیثیت رکھتا تھا۔ اسی اجلاس میں علامہ اقبال نے اپنا مشہور خطبہ استقبالیہ پیش کیا جس میں پاکستان کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس خطبہ میں پاکستان کا لفظ تو استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ مگر مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی اہمیت واضح کی گئی اور اس مملکت کا حدود اربعہ بھی واضح کر دیا تھا۔ یہ خطبہ ایک قیمتی دستاویز ہے اور اس وقت بھی ہم اس سے سبق حاصل کر کے اپنا مستقبل سنوار سکتے ہیں۔ اس میں یہ بات واضح کر دی گئی تھی کہ ہندو اور مسلمان اپنی اپنی علیحدہ تہذیب رکھتے ہیں۔ اور انہیں اپنی اپنی تہذیب کی نشوونما کے لئے علیحدہ علیحدہ خطوں کی ضرورت ہے۔ دونوں قومیں ایک ہی تہذیب میں مدغم نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان کے نظریات میں بعد المشرقین موجود ہے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ جن علاقوں میں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہاں وہ اپنا تمدن اور تہذیب قائم کریں اور حکومت قائم کریں مگر جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں انھیں اپنے تمدن اور تہذیب کی نشوونما کا موقعہ ملنا چاہیے ہندوستان کے چھ صوبوں اور کچھ ریاستوں میں مسلمان اکثریت میں ہیں لہٰذا ان علاقوں کی حکومت مسلم لیگ کے سپرد کر دی جائے۔ یعنی پنجاب، سندھ، سرحد، بلوچستان بنگال، آسام کے مکمل صوبے، بہاولپور، کشمیر، جوناگڑھ کپورتھلہ، مناوادر، حیدرآباد کی ریاستیں مسلمانوں کا حق ہے۔ علامہ اقبال کی تجاویز کے مطابق شمال میں دہلی تک مسلمانوں کا حق تسلیم کرنا چاہیے تھا اور ادھر تمام بنگال اور آسام پاکستان میں شامل ہونا ضروری تھے اسی طرح کلکتہ بھی پاکستان میں شامل ہونا ضروری تھا۔

افسوس کہ ہندو قوم کی عیاری اور انگریز کی اسلام دشمنی کی وجہ سے ہمیں اپنا پورا حق نہ مل سکا اور انگریز قوم نے غلط ایوارڈ کے ذریعے ہماری حق تلفی کی۔ اس غلط ایوارڈ کے نتیجے میں ضلع گورداسپور کا بیشتر حصہ ناجائز طور پر ہندوستان میں شامل کر لیا گیا۔ ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالہ ضلع فیروزپور کی تحصیل فیروزپور زیرہ وغیرہ اور ضلع لاہور کی تحصیل قصور کے بہت سے گاؤں ہندوستان میں شامل کر دیئے گئے حالانکہ ان علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اس ناانصافی کی بدولت ہندوستان کو کشمیر کی حد تک ملا دیا گیا تاکہ وہ اس مسلم آبادی کی ریاست کو ہڑپ کر سکے دراصل انگریز قوم مسلمانوں کی ازلی دشمن ہے اور صلیبی جنگوں کو نہیں بھولی تقسیم ملک کے بعد اب تک یہود و نصاریٰ ہمیں تباہ کرنے کی سکیمیں بنا رہے ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ اس ملک کو خارجی، داخلی دشمنوں سے محفوظ رکھے آمین۔

معجزاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علاماتِ نبوت و فتوحاتِ عہدِ خلافت

حافظ عطاء الرحمٰن رحمانی

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے چند معجزات رسالہ "معجزات محمدیہ" سے نقل کر کے مع ترمیم و اضافہ کے ہدیۂ ناظرین ہیں۔ امید ہے کہ آپ پسند فرمائیں گے۔

(۱) امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت تیس سال ہو گی پھر کٹکھنی بادشاہی ہو جائے گی چنانچہ اس فرمان کے مطابق خلافت خلفائے راشدین یعنی چہار یار کی تیس برس کے عرصہ میں تمام ہو گئی کہ خلفائے راشدین کی خلافت کے زمانہ میں جو شان و شوکت و عدل و انصاف تھا باقی نہ رہا۔

(۲) صحیح مسلم میں ثوبان سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو سمیٹ کر مشارق اور مغارب زمین کے مجھے دکھا دیئے سو جہاں تک میں نے دیکھا وہاں تک عنقریب بادشاہی میری امت کی پہنچے گی چنانچہ آپ کی خبر کے مطابق واقع ہوا اور بہت ہی زمانہ قریب یعنی خلفائے راشدینؓ میں اتنا طول و عرض آپ کی امت کی بادشاہی کا ہوا کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی اتنی سلطنت نہ تھی۔

(۳) صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جماعت مسلمانوں کی خزانہ کسریٰ بادشاہ کو فتح کرے گی جو سفید کوشک میں ہے یعنی وہ خزانہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجائے گا۔ اس کے مطابق حضرت عمرؓ کے عہد میں واقع ہوا کہ شہر مدائن جو دار الخلافت خاندان کسریٰ میں سے تھا حضرت سعد بن وقاص کے ہاتھ پر فتح ہوا اور جو اس زمانہ میں خاندان کسریٰ میں سے بادشاہ تھا شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور کوشک ابیض کا سب خزانہ اہل اسلام کے تصرف میں آیا۔

(۴) صحیح بخاری میں ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم سے خطاب کر کے فرمایا کہ اگر عمر تیری بڑی ہو گی تو تو دیکھے گا کہ اکیلی شتر سوار عورت حیرہ سے چلے گی (حیرہ کوفہ کے متصل ایک شہر ہے) یہاں تک کہ طواف کرے گی کعبہ کا۔ کسی سے اللہ کے سوا نہ ڈرتی ہو گی اگر عمر تیری زیادہ ہو گی تو کھولے جاویں گے کسریٰ کے خزانے۔ اگر عمر تیری زیادہ ہو گی تو تو دیکھے گا کہ آدمی اپنی مٹھی بھر سونا اور خیرات کے لیے نکالے گا اور ایسے شخص کو تلاش کرے گا جو کہ اسے قبول کرے اور نہ پاوے گا۔ اس حدیث میں جناب مخبر صادق نے تین باتوں کی خبر دی۔ عدی ابن حاتم نے کہا بعد روایت حدیث مذکور کے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک عورت شتر سوار حیرہ سے کعبے کو بااطمینان تمام جاتی تھی اور میں اس لشکر میں تھا جس نے خزانہ کسریٰ فتح کیا اور جیئے گا وہ تیسری بات بھی دیکھے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ وہ تیسری بات حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت میں ہو چکی اور بعض فرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں واقع ہو گی۔

(۵) صحیحین میں سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ وہ مکے میں ایام حجۃ الوداع میں بیمار ہوئے اور آنحضرت ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے وہ بسبب غلبہ مرض کے یہ جانتے تھے کہ میں اس مرض سے مر جاؤں گا۔ سو انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کہ میری وارث ایک بیٹی ہو گی میں اپنے مال کے دو حصے کے لیے خیرات کی وصیت کر جاؤں۔ آپ نے فرمایا نہیں پھر انہوں نے عرض کیا نصف کے لیے فرمایا نہیں۔ پھر انہوں نے تہائی کے واسطے عرض کیا فرمایا کہ تہائی بہت ہے پھر آپ نے ارشاد فرمایا توقع ہے تم جیتے رہو یہاں تک کہ تم سے بہت لوگوں کو نفع ہو اور بہت لوگ

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

طلبہ کی سرگرمیاں

رپورٹ: قاضی محمد اشرف

کنونشن کو کامیاب بنانے کیلئے آج ہی سے اپنی کوششیں تیز کر دیجئے

عبدالمتین چوہدری

گورنمنٹ کالج چنیوٹ کی سٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکرٹری محمد اشفاق جمعیۃ طلبۂ اسلام میں شامل ہو گئے!

لاہور۔ جمعیۃ طلبۂ اسلام صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ عبدالمتین چوہدری نے طلبہ سے اپیل کی ہے کہ شیرانوالہ گیٹ لاہور میں ۳۰، ۳۱ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو منعقد ہونے والے طلبہ کنونشن کو کامیاب بنانے کے لیے آج ہی سے اپنی اپنی تعلیم گاہوں میں کوششیں تیز تر کر دی جائیں۔

انہوں نے کہا کہ اس کنونشن کو کامیاب بنانا اس لیے بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ ہماری چار سالہ محنت کا مظاہرہ ہوگا۔ اور اسلام سے گہری وابستگی رکھنے والے طلبہ کی قوت کا اظہار ہوگا۔

امجد علی شاکر ایڈیٹر منتخب ہو گئے

اوکاڑہ۔ جمعیۃ طلبۂ اسلام کے سرگرم کارکن امجد علی شاکر گورنمنٹ کالج اوکاڑہ کے میگزین "احساس" حصہ اردو کے ایڈیٹر چن لیے گئے۔

حافظ آباد میں تقریری مقابلے کا نتیجہ

۱۔ محمد رشید حافظ آباد (اول) ۲۔ ثناء اللہ کوٹ تارڑ (دوم) ۳۔ نذیر احمد کوٹ تارڑ (سوم)۔ یہ تینوں طالب علم جمعیۃ طلبۂ اسلام کے رکن ہیں۔

چنیوٹ۔ گورنمنٹ کالج چنیوٹ کی سٹوڈنٹس یونین کے جنرل سیکرٹری محمد اشفاق نے جمعیۃ طلبۂ اسلام میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔

انہوں نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ موجودہ دور میں جمعیۃ طلبۂ اسلام ہی ایک ایسی تنظیم ہے جو صحیح معنوں میں اسلامی اصولوں پر عمل پیرا ہے۔

خیر مقدم

چنیوٹ۔ جمعیۃ طلبۂ اسلام چنیوٹ کے ناظم نشر و اشاعت محمد اشرف ندیم نے جماعت میں ان کی شمولیت کا خیر مقدم کیا اور اس کو جماعت کی کامیابی قرار دیا۔

جمعیۃ طلبۂ اسلام کا لٹریچر

۱۔ اذانِ سحر، مولانا مفتی محمود
۲۔ نوائے انقلاب۔ مولانا غلام غوث ہزاروی
۳۔ دلیلِ سحر۔ مولانا عبدالحق
۴۔ نجوم ہدایت۔ قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند
۵۔ یہ طالب علم؟ (۶) تنظیم کی اہمیت
۷۔ تنظیمی اصول (۸) ایک اصولی بات } شمس القمر قاسمی
۹۔ جمعیۃ طلبۂ اسلام کیوں بنی؟ شمس القمر قاسمی

تشکیلات

(کمالیہ)

سرپرست: محمد اعزاز الحسن گولڈ میڈلسٹ
صدر، افتخار احمد تبسم۔ جنرل سیکرٹری، حافظ محمد امین
ناظم، حافظ محمد اسلم۔ خازن، خان محمد
ناظم نشر و اشاعت، محمد سیف اللہ کالوی

(گڑھی خیرو)

صدر، نذیر احمد چنبہ۔ نائب صدر، محمد انور بندرانی
ناظم اعلیٰ، محمد انور جعفری۔ ناظم، غلام نبی
خازن، غلام جبین۔ ناظم نشر و اشاعت، عبدالواحد
رکن مجلس شوریٰ، نور رشید احمد

حیدرآباد (مارکیٹ برانچ)

صدر، شبیر احمد۔ نائب صدر، محمد مراد
ناظم اعلیٰ، محمد اکمل۔ ناظم، محمد نواز
ناظم نشر و اشاعت، عبدالرشید

چوک منڈا (ضلع مظفر گڑھ)

صدر، معید احمد۔ نائب صدر، محمد اسمٰعیل خان
جنرل سیکرٹری، محمد قاسم ظفر۔ سیکرٹری، محمد امین
خازن، خدا بخش۔ ناظم نشر و اشاعت، عبدالواحد تبسم

جامعہ مدنیہ لاہور

صدر، محمد حنیف۔ نائب صدر، مرسلین
ناظم اعلیٰ، محمد اقبال نعمانی۔ خازن، سلطان علی شاہ
ناظم نشر و اشاعت، محمد شریف اعوان ہیلی کالج آف کامرس

قمبر (ضلع لاڑکانہ)

صدر، محمد گلسی۔ جنرل سیکرٹری، عزیز الرحمٰن۔ خازن، محمد طیب

جمعیۃ طلبۂ اسلام چنیوٹ کی مجلس شوریٰ

۱۔ محمد اشفاق جنرل سیکرٹری سٹوڈنٹس یونین گورنمنٹ کالج چنیوٹ (۲) نذیر احمد ناظر (۳) نثار الحق مسکین (۴) خلیل احمد (۵) گل محمد بھٹہ (۶) ذوالفقار علی (۷) عبدالجلیل صدیقی (۸) محمد ارشد عادل (۹) ملک اللہ دتہ (۱۰) محمد اشرف ندیم

میہڑ (ضلع دادو)

صدر، عبدالحکیم۔ ناظم اعلیٰ، مولا بخش۔ خازن، محمد کامل

صادق آباد

صدر: راجہ محمد اسلم گورنمنٹ ہائی سکول
نائب صدر، چوہدری مظہر نثار تعمیر ملت کالج
جنرل سیکرٹری: عبدالرشید چوہدری
سیکرٹری اطلاعات، سید واجد بخاری تعمیر ملت کالج
خازن، چوہدری محمد سلیم، گورنمنٹ ہائی سکول

جمعیۃ طلبۂ اسلام آزاد کشمیر کا قیام

باغ۔ ۲۴ فروری کو گورنمنٹ کالج باغ کے طلبہ کا ایک اجلاس مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ میں قاری محمد انور صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں باقاعدہ طور پر جمعیۃ طلبۂ اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا:۔

صدر، راجہ محمد ضمیر خان۔ نائب صدر، عبدالواحد
جنرل سیکرٹری، راجہ محمد ضمیر خان۔
سیکرٹری نشر و اشاعت، راجہ عبدالقادر ہاشمی

الیکشن کمیٹی کا قیام

جمعیۃ طلبۂ اسلام پاکستان کے چیف آرگنائزر محمد اسلوب قریشی نے جمعیۃ طلبۂ اسلام کے مرکزی الیکشن کرانے کے لیے الیکشن کمیٹی قائم کر دی ہے کیونکہ ۳۰، ۳۱ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۷۳ء کے کنونشن میں پنجاب کے علاوہ صوبہ سندھ، بلوچستان اور سرحد کے وفود بھی شرکت کر رہے ہیں۔ اس لیے ان چار صوبوں کے نمائندوں کی موجودگی میں مرکزی انتخابات کا ہو جانا بہت ضروری ہے۔

مرکزی الیکشن یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو ہوگا۔ کیونکہ جمعیۃ طلبۂ اسلام کے چیف آرگنائزر ۲۴ مارچ کو اپنے عہدہ سے مستعفی ہو جائیں گے۔

آپ آج ہی سے مرکزی الیکشن کے لیے اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک اور اوصاف حمیدہ سے متصف طلبہ کا جائزہ اپنے ذہنوں میں لے آئیے اور یکم اپریل ۱۹۷۳ء کو بیلٹ پیپر پر اپنے پسندیدہ طالب علم کا اظہار کر کے الیکشن کمیٹی کے چیئرمین کے سپرد کر دیجئے۔

الیکشن کمیٹی

● چوہدری محمد طفیل چیئرمین ● سید اصغر علی شاہ پیرکوٹ سندھ ممبر عبدالحمید عاصم حافظ آباد ممبر
● شیر محمد بلوچستان ممبر ● ڈاکٹر ہمایوں سرحد ممبر

ایک توجہ طلب بات

● کنونشن کے اشتہارات بلند جگہوں پر چسپاں کیے جائیں
● پہلے چھوٹے اشتہار لگائیں اور بڑے اشتہار ۱۵ مارچ کے بعد لگانا شروع کریں۔

طبی معلومات

حکیم آزاد شیرازی (سابق پرنسپل طبیہ کالج) لاہور

موسمِ بہار کی بیماریاں اور اُن کا علاج

اگرچہ بہار کا موسم صرف ایران اور حقیقی معنوں میں صرف خاکِ پاک شیراز میں آتا ہے جو گل و عندلیب کی سرزمین ہے لیکن ایرانی شاعری کی بدولت برصغیر پاک و ہند میں بھی موسم بہار کا نقشہ تصور میں ضرور کھنچ جاتا ہے یعنی ع

بہار آ کر گزر جاتی ہے ویرانی نہیں جاتی

جب موسم سرما اپنا رختِ سفر باندھ لیتا ہے اور موسم گرما کی آمد آمد ہوتی ہے۔ اس عبوری زمانے کو ہمارے یہاں بھی موسم بہار ہی گردانا جاتا ہے جو فروری کے آخر سے اپریل کے وسط تک جاری رہتا ہے۔ یہ عبوری دور دراصل موسم کی تبدیلی کا دور ہے۔ موسم کی تبدیلی سے انسانی جسم کا متاثر ہونا ایک ناگزیر امر ہے۔ موسمی تبدیلی کا سب سے زیادہ اثر انسان کے معدہ اور آنتوں پر ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ اس موسم میں پیچش، اسہال اور قبض وغیرہ بیماریاں عموماً پیدا ہوتی ہیں۔ قبض کی حالت میں انسان خارش، خسرہ، چیچک، نزلہ زکام وغیرہ میں مبتلا ہوتا ہے۔

موسم سرما میں لوگ عموماً گرم اور مرغن غذائیں استعمال کرتے ہیں۔ موسم کی اس بتدریج تبدیلی میں بھی جو لوگ ان غذاؤں کے استعمال میں بتدریج کمی نہیں کرتے یا انہیں ترک نہیں کرتے وہ اکثر اس موسم کی بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس موسم میں قدرت نے سبزیوں میں سوہانجنہ اور کچنال اور پھلوں میں شہتوت خاص طور پر پیدا کیے ہیں جو اکثر عوارض کا علاج ہیں۔ سوہانجنہ کے پتوں، پھلیوں اور پھولوں کو سرد بلغمی امراض میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اجزا کرم شکم کو ہلاک کرتے، ریاح کو خارج کر کے دردِ شکم کو دُور کرتے اور اشتہا بڑھاتے ہیں۔ اس کا سالن دمہ، کھانسی، ورم، طحال، گنٹھیا اور درد کمر میں نہایت مفید ہے۔ کچنال کا سالن اسہال، بواسیری خون اور سنگرہنی کا اچھا علاج ہے۔ خون کے جوش کو اعتدال پر لاتا ہے اور نہایت مصفّی خون ہے۔

توُت یا شہتوت سفید اور سیاہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ سفید شیریں اور سیاہ ترش ہوتا ہے۔ سفید توُت کا مزاج گرم تر ہے اور یہ سُدّے کھولتا ہے۔ قبض کشا ہے۔ دماغ اور سینے کو طاقت دیتا ہے۔ اس کے برعکس سیاہ توُت قابض ہے خون کے جوش کو سرد کرتا ہے، صفرا کی زیادتی کو روکتا ہے۔ گلے کے گرم ورم کو تحلیل کرتا ہے منہ کے چھالوں اختناق اور گلے کے درد کو دُور کرتا ہے۔ غرض جملہ امراض حلق میں مفید ہے۔

اس موسم میں موسم سرما کی طرح مرغن ناشتہ ہرگز نہیں کھانا چاہیے۔ سادہ توس یا رس چائے یا دودھ کی پیالی کے ساتھ استعمال کریں۔ ملیٹھی گاجروں کا ناشتہ سب ناشتوں سے افضل اور مفید ہے۔ یہ گاجریں رات کو پکا کر رکھیں اور صبح سویرے تھوڑا دودھ شامل کر کے کھائیں۔ چیچک سے بچنے کے لیے چیچک کا ٹیکہ کرانا مفید ہے اور مرض کی حالت میں مویز منقی، خاکشی اور عناب کا جوشاندہ ملانا از بس مفید ہے۔ اس جوشاندہ سے اندرونی مواد کھل کر باہر نکل آتا ہے۔ بخار دُور ہو جاتا ہے قبض کی حالت میں مویز منقی گیارہ عدد پاؤ بھر دودھ میں جوش دے کر استعمال کریں۔ پیاس کی شدت دُور کرنے کے لیے آپ مویز استعمال کریں۔ اور سادہ پانی نہ پئیں۔ مریض کو دودھ، چائے یا ساگودانہ کے سوا دوسری غذا ہرگز نہ دیں۔ بخار شدید ہو تو کشتہ گودنتی استعمال کرائیں۔ مرض دور ہونے پر بحالی قوت کے لیے خمیرہ مروارید استعمال کرائیں۔ پیچش کی تکلیف میں روغن تخم بیدانجیر کا جلاب دے کر ہلیلہ سیاہ بریاں، بادیاں، انار دانہ کا سفوف استعمال کرائیں۔ نزلہ زکام کے عارضہ میں گل بنفشہ، بادیاں، مویز منقی انجیر، گاؤزبان، سپستان، عناب، اصل السوس کا جوشاندہ استعمال کرائیں۔ قبض کی حالت میں رات کو سوتے وقت اطریفل زمانی ایک تولہ پاؤ بھر دودھ کے ساتھ کھلائیں۔

بقیہ :- امام ابوحنیفہؒ اور علم حدیث

ابی حنیفہ عن مالک"

ماخذِ علم

خطیب بغدادی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امیر المومنین ابوجعفر نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے کن صحابہ کا علم حاصل کیا ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمرؓ بن الخطاب، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہؓ بن عباس، حضرت عبداللہؓ بن مسعود، کے شاگردوں سے علم حاصل کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مذہب حنفی کی بنیاد عبداللہؓ بن مسعود کے فتاوی، حضرت علیؓ کے قضایا و فتاوی اور قاضی شریح وغیرہ قضاۃ کوفہ کے فتاوی پر ہے امام ابوحنیفہؒ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استنباط و استخراج مسائل کیا۔ نیز امام ابوحنیفہؒ، ابراہیم نخعی اور ان کے تلامذہ کے مذہب سے بہت کم انحراف کیا کرتے تھے۔ ابراہیم نخعی کے مذہب پر تخریج مسائل میں امام صاحب کو بڑا ملکہ حاصل تھا۔ فروعی مسائل کے وجوہ تخریج میں بہت ہی دقیق النظر واقع ہوئے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں "اگر تم ہمارے قول کی حقیقت سمجھنا چاہتے ہو تو ابراہیم نخعی کے اقوال، کتاب الآثار لمحمد اور جامع عبدالرزاق اور مصنف ابن ابی شیبہ سے نکال لو اور ملا کر دیکھو تو شاید ہی کسی جگہ اختلاف پاؤ گے اور اگر کسی جگہ اختلاف ہے تو فقہائے کوفہ کے خلاف نہ پاؤ گے۔

امام صاحب نے فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین میں جو عظیم الشان مجددانہ خدمات انجام دی ہیں وہ محتاجِ بیان نہیں ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب نے جس قدر مسائل مدون کیے ہیں ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زاید ہے۔

امام صاحبؒ کی وفات

خاندانِ نبوت میں واقعہ کربلا کے بعد متعدد افراد نے انقلاب حکومت کی کوشش کی۔ محمد ذوالنفس الزکیہ نے مدینہ طیبہ میں اور ان کے مشورہ سے ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے کوفہ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا امام صاحب نے برملا ان کی تائید کی۔ مشہور ہے کہ منصور نے امام صاحب کے سامنے منصب قضاء کی پیشکش کی تھی۔ مگر امام صاحب نے انکار کر دیا جس کے نتیجہ میں منصور نے امام کو قید کر دیا۔ مورخین کا خیال ہے منصور نے ان کے خلاف جو سخت کارروائی کی۔ اس کی وجہ عہدہ قضاء سے انکار نہ تھا بلکہ محمد و ابراہیم کی حمایت تھی جس کا منصور کو علم تھا۔ بہرحال بے خبری میں منصور نے آپ کو زہر دلوا دیا جب اس کا اثر امام صاحب نے محسوس کیا تو سجدہ میں چلے گئے اور اسی حالت میں رجب ۱۵۰ھ میں وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون، اولاد میں صرف ایک صاحبزادے حماد تھے۔

استاد کا مقام

محمد عبداللہ خان ایم اے فاضل علوم شرقیہ ہیڈ ماسٹر شاد باغ لاہور

بچوں کی تعمیر سیرت و کردار میں ایک مدرس کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اگر استاد اچھے اور اجلے کردار کا مالک ہوگا تو اس کا عکس لازمی طور پر بچے کے کردار پر پڑے گا۔ جس طرح پانی میں اپنا عکس نظر آتا ہے بالکل اسی طرح بچے کے کردار میں استاد کا کردار بھی جھلکتا ہے۔ بنا بریں استاد کے اچھے کردار کا مالک ہونا بہت ضروری ہے۔

یہ زمانہ جمہوریت کا ہے۔ ملک کو قومی تعمیر کی ضرورت ہے۔ قومی تعمیر کے معمار معلم ہیں۔ انہیں چاہیے کہ خشتِ اوّل نہایت احتیاط کے ساتھ رکھیں تاکہ قوم کی دیوار میں کجی نہ رہ جائے۔ بچوں کی صحیح تربیت قومی تعمیر کا حصہ ہے۔ لہٰذا اس حصہ کو درست رکھنا معمارِ قوم کا اوّلیں فرض ہے۔ تعلیم کا مقصدِ اعلیٰ بھی یہی ہے کہ ہمارے کردار، افعال اور اخلاق بلند ہوں۔ مگر یہ اس وقت تک ممکن نہیں۔ جب تک کہ اپنے بچوں کی سیرت و کردار بنانے میں سرگرم حصہ اور پوری توجہ نہ دیں۔

فرضِ معلّم

ایک مدرس کا فرض ہے کہ وہ درسی کتب میں تعلیمی اور اخلاقی پہلو نمایاں رکھے۔ یہی دونوں چیزیں بچے کے کردار پر اثر انداز ہوں۔ بچوں میں سیاسی شعور بھی پیدا کیا جائے۔ بنیادی جمہوریتوں کو پیشِ نظر رکھ کر اپنے مذہب اور دوسرے کے مذہب سے رواداری رکھے۔

مذہب اور اخلاق

ان میں چولی اور دامن کا ساتھ ہے۔ قرآن پاک سراپا حکمت و دانائی، جرأت و شعور، اتحاد و عمل اور اخلاق ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی حکیمانہ تعلیم ہمارے قلوب پر اثر ڈالتی ہے۔

مفادِ عامہ

قومی مفاد پر انفرادی مفاد کو کبھی بھی ترجیح نہیں دینی چاہیے اور نہ ہی پوری قوم کے مفاد کو فردِ واحد کے مفاد پر قربان کرنا چاہیے۔ یہ قوم سے بغاوت ہے اور اس کی سزا گردن زدنی ہے۔

ایک انگریز ڈاکٹر (باٹن) شاہجہانی دور میں ہندوستان آیا۔ اس نے شاہجہان کی صاحبزادی کا علاج کیا۔ صاحبزادی روبصحت ہوئی۔ شاہجہان نے کہا۔ "بولیے کیا مانگتے ہیں؟" اور کوئی ہوتا تو اپنی جھولی سکوں سے بھر لیتا اور ساری عمر عیش سے گزارتا۔ مگر ڈاکٹر باٹن نے کہا: "مجھے دمکتے ہوئے سکوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے قوم کے لیے ایک قطعہ زمین چاہیے۔ تاکہ میری قوم آپ کے ساتھ تجارت کر سکے۔" اس بھیک کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریز کی قوم سو سال سے زیادہ عرصے تک ہندوستان پر مسلط رہی۔ یہ ہے قومی مفاد۔ قوم پر مٹنے والے کے نام تاریخ میں زندہ جاوید بن کر سنہری حرفوں سے لکھے جاتے ہیں۔ اور ذاتی مفاد پر مرمٹنے والوں کے نام ذات کے ساتھ ہی صفحۂ ہستی سے گم ہو کر رہ جاتے ہیں۔

جسمانی نشوونما

استاد کو چاہیے کہ وہ بچوں کو کھیلوں کی دعوت دیتا رہے وہ میدانِ کھیل میں جا کر ایک ٹیم اور جماعت کی صورت اختیار کریں اور محبت و پیار سے اپنے اپنے دائرۂ عمل میں بڑھنا سیکھیں۔

غور و فکر

ایک اچھا استاد بچوں میں سوچ و بچار، غور و فکر اور نئی نئی چیزوں کی اختراع و تخلیق کا مادہ پیدا کر کے اپنے ملک کو شہرت پر انجم دار چمکتا دمکتا دیکھنا چاہتا ہے اور اس سلسلہ میں اُس کی ہر کوشش اسی محور کے گرد گھومتی رہتی ہے کہ اس کا شاگرد نام اور کام دونوں کا مالک بن جائے۔

اچھا استاد

ایک اچھا مدرس طالب علم کو گھر پر کام کرنے کے لیے دیتا ہے تاکہ بچہ بلا مقصد پھرنے اور گھومنے سے بچا رہے۔ اگر بچہ کام کر کے نہیں لاتا تو اسے وہ بے تحاشا مارنے کو نہیں دوڑتا۔ بلکہ اس کی مجبوریوں کو غور سے سنتا اور اس کا تجزیہ کرتا ہے اگر وہ کوئی معقول وجہ نہیں پاتا تو اسے سکول کی چھٹی کے بعد روک لیتا ہے اور اسے کام پورا کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اس طرح استاد کو بھی رکنا پڑتا ہے مگر وہ اپنے قیمتی وقت کی پروا نہیں کرتا۔ بلکہ وہ بچے کی زندگی بنانے کے لیے اپنے قیمتی لمحات بھی اس پر قربان کر دیتا ہے اور اس طرح وہ معمارِ قوم و ملت ہونے کا شرف حاصل کرتا ہے۔

بچے قومی امانت

ایک اچھا استاد جانتا ہے کہ بچہ قوم کی امانت ہے جو اس کے سپرد کی گئی ہے۔ یہی بچہ بڑا ہو کر معاشرے کی مشینری کا ایک پرزہ بن جاتا ہے اس پرزے کو مشینری میں فٹ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ استاد سر اور دھڑ کی بازی لگا دے تب کہیں جا کر بچہ معاشرے کا ایک باعظمت رکن بن سکتا ہے۔

معمار قوم کا قوم پر فرض

ایک اچھا مدرس بچے میں کبھی بھی احساسِ کمتری پیدا نہیں ہونے دیتا۔ وہ ہمیشہ للکار کر کہتا ہے "ہاں بڑھے چلو، ہاں بڑھے چلو"

مگر — آہ

اس معمارِ قوم کا پیٹ نانِ نفقہ سے خالی ہے ہاتھوں میں سکت نہیں، بازوؤں میں طاقت نہیں، وہ تعمیرِ قوم کی خشتِ اوّل اٹھا کر کیسے رکھے۔ اگر قوم چاہتی ہے کہ قومی معیار بلند ہو تو اسے بھی معمارِ قوم کا معیارِ زندگی بھی بلند کرنا ہوگا۔ کیونکہ جو اینٹ قوم کے محل میں طاقت، قوت، حوصلے اور جرأت سے رکھی جائے گی مستحکم، مضبوط اور دیرپا ثابت ہوگی۔ انشاء اللہ۔ کیونکہ

مزدورِ خوش دل کند کار بیش

بقیہ:- مُعجزاتِ نبوی

حضرت اٹھاویں انتہیٰ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سعد بن ابی وقاص اس بیماری سے [illegible] اور بہت جئیں گے چنانچہ سعد بن ابی وقاص [illegible] سے صحت کے بعد تقریباً پچاس سال زندہ [illegible] ملک فارس عہد فاروقی میں انہیں کے ہاتھوں فتح [illegible] مسلمانوں کو نفع عظیم حاصل ہوا اور کافران مجوس کو [illegible] اسی طرح اور بھی ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو نفع [illegible] اور مخالفین کو ضرر پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] خوب ثابت ہوئی۔

بقیہ:- گوشۂ بازی

غلامی کی سیاہ رات میں آزادی کی شمع روشن کی۔ [illegible] کے خلاف جہاد کیا یہ وہ لوگ ہیں جن کے بغیر [illegible] اور تحریکِ پاکستان کا کوئی باب مکمل نہیں ہو سکتا [illegible] چمکتی ہوئی مثالیں ہیں جس طرح کہکشاں میں ستارے۔ کاش ان پر الزامات لگانے سے پہلے علماء حق اور علماء سوء [illegible] کر لی جاتی۔

فیصلہ سناتے ہوئے آپ نے کہا میں صرف ایک [illegible] وقت زمانہ اور تاریخ سب سے بڑے منصف ہیں وہ غافل قوموں کو خود ہی سزا دے دیتے ہیں۔ البتہ اس موقع پر آپ [illegible] استدعا کروں گا کہ ہم اور آپ اس مسئلہ پر سوچیں کہ اگر چوک گئے تو اتنی بڑی سزا ملے گی جس کا آپ اور ہم اندازہ نہیں کر سکتے۔ آخر میں آپ نے کہا ان احساسات کے پیشِ نظر عدالت کے نزدیک علماء سوء اسلام کے ماتھے پر ایک بدنما داغ اور علماء حق اسلام کے ماتھے پہ جھومر ہیں۔